ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۵ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ
۱۳ اگست ۱۹۶۵ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور
۲۵

# اَحادیثُ الرسُول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرٍو ابْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قُفْلَۃٌ کَغَزْوَۃٍ۔

(ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جہاد سے واپسی بھی جہاد کے برابر ہے۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَلْمُجَاھِدُ فِیْ سَبِیْلِہٖ ھُوَ عَلَیَّ ضِمَانٌ اِنْ قَبَضْتُہٗ اَوْرَثْتُہُ الْجَنَّۃَ وَاِنْ رَجَعْتُہٗ رَجَعْتُہٗ بِاَجْرٍ وَغَنِیْمَۃٍ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس ابن مالکؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث قدسی بیان فرماتے ہیں کہ فرمایا باری تعالےٰ نے "بہر صورت اُس شخص کا ضامن ہوں۔ جو خدا کی راہ میں جہاد کر رہا ہو اگر اس صورت میں اس کی زندگی ختم ہو جائے تو جنّت کا وارث قرار پاتا ہے۔ اور اگر سلامت رہے تو اپنے گھر بار میں اجر و غنیمت لے کر لَوٹتا ہے۔

عَنْ عَدِیِّ ابْنِ حَاتِمِ الطَّائِیِّ اِنَّہٗ سَأَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ خِدْمَۃُ عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ ظِلُّ فُسْطَاطٍ اَوْ طُرُوْقَۃُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ تمام صدقات میں افضل کون سا صدقہ ہے فرمایا۔ کسی انسان کی جو مجاہد فی سبیل اللہ ہو خدمت کرنا۔ مجاہدین کے لئے سایہ کا اہتمام کرنا۔ مجاہدین کے لئے سواری کا انتظام کرنا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ۔ وَلَا یَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَدُخَانُ جَھَنَّمَ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، وہ شخص جو محض خوفِ خدا سے رویا ہو جہنّم میں اس کا جانا اس طرح ناممکن ہے جیسے دودھ کا واپس تھنوں میں جانا ناممکن ہے اور خدا کی راہ میں غبار اور جہنّم کا دھوآں ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِیْرَۃَ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ عَلَیْھَا۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس عورت کے لئے یہ چیز حلال نہیں ہے جو اللہ تعالےٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ کہ ایک دن اور ایک رات کے بقدر سفر کرے۔ مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی ذی رحم محرم ہو۔ (بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَۃٍ اِلَّا وَمَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ" فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ امْرَأَتِیْ خَرَجَتْ حَاجَّۃً، وَاِنِّی اکْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَۃِ کَذَا وَکَذَا؟ قَالَ: اِنْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِکَ" (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپؐ فرما رہے تھے کہ ہرگز خلوت نہ کرے کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا ذی رحم محرم نہ ہو۔ اور نہ سفر کرے کوئی عورت مگر اپنے ذی رحم محرم کے ساتھ، تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی حج کو جانے والی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا جا چکا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّہٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِہٖ"

(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرما رہے تھے کہ قرآن کریم پڑھا کرو۔ اس لئے کہ یہ قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے کے لئے یہ شفیع بن کر آئے گا۔

عَنِ النَّوَّاسِ ابْنِ سَمْعَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "یُؤْتٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَھْلِہِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِہٖ فِی الدُّنْیَا تَقْدُمُہٗ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ وَاٰلُ عِمْرَانَ، تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِھِمَا" (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا۔ آپؐ فرما رہے تھے کہ قیامت کے روز قرآن کو بھی طلب کیا جائے گا اور ان قرآن والوں کو بھی جو اس قرآن پر دنیا میں عمل کیا کرتے تھے۔ لیکن قرآن سے پیش پیش سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران ہوں گی اور یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جواب دہی کریں گی۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَھُوَ مَاھِرٌ بِہٖ مَعَ السَّفَرَۃِ الْکِرَامِ الْبَرَرَۃِ، وَالَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَیَتَتَعْتَعُ فِیْہِ وَھُوَ عَلَیْہِ شَاقٌّ لَہٗ اَجْرَانِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو آدمی قرآن کریم پڑھتا ہے اور وہ اس کی تلاوت میں ماہر ہے (وہ قیامت کے روز) فرمانبردار معزز فرشتوں کے ساتھ ہو گا۔ اور جو شخص قرآن کریم پڑھتا ہے اور وہ اس میں اٹکتا ہے اور اس کا پڑھنا اس پر دشوار ہے اس کے لئے دوگنا ثواب ہے۔

قرآن پڑھئے، قرآن سمجھئے اور اس پر عمل کیجئے۔

# ۱۴- اگست کا پیغام

**۱۴- اگست** کو تمام پاکستان میں یوم آزادی کی تقریب منائی جائے گی۔ ملک میں جابجا فوجی سطوت و شان کے مظاہرے ہوں گے پریڈیں اور سلامیاں ہوں گی۔ سڑکوں اور سرکاری و غیر سرکاری عمارات کو سجایا جائے گا۔ رات کو قمقموں کی روشنی سے شہر بقعۂ نور نظر آئیں گے۔ اور ہر طرف مسرت و شادمانی کی لہر دوڑتی دکھائی دے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اس خوشی میں ہو گا کہ اس دن ملک آزاد ہُوا تھا۔ ہمیں غیر ملکی حکمرانوں کی غلامی سے نجات نصیب ہوئی تھی۔ ہماری آرزوں کے گلستان میں بہار جاگ اٹھی تھی۔ اور ہم یہ سوچنے لگے تھے کہ ہم اپنی زندگی کے بقیہ ایام ملک کی آزاد فضاؤں میں آزادی کے ساتھ گزاریں گے۔ اس وقت ہر مسلمان کو یہ باور کرا دیا گیا تھا کہ مملکت خداداد پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا۔ اس میں کتاب و سنت کے مطابق قوانین رائج کئے جائیں گے۔ اور ملک میں ہر طرف اسلامی زندگی کی روشنی دوڑتی ہوئی دکھائی دے گی۔ قائد اعظم نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہی یہ نعرہ دے کر کیا تھا کہ ہمارا مذہب ہماری سیاست، ہمارا تمدن، ہماری ثقافت اور ہماری معاشرت سب چیزیں ہندوؤں سے علیحدہ ہیں اور اس لئے ہمیں ایک علیحدہ خطۂ زمین کی ضرورت ہے۔ جس میں ہم سب اپنی ثقافت، اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کو نشوونما دے سکیں لیکن نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج پاکستان کو آزاد ہوئے ۱۷ سال ہو گئے مگر مسلمانوں کا یہ خواب ہنوز شرمندہ تعبیر نہیں ہوا کہ اس مملکت میں اسلامی نظام برپا ہو گا۔ اور کتاب و سنت کے قوانین کو تمام شعبہ ہائے حیات میں بالادستی نصیب ہو گی۔ یہ ٹھیک ہے کہ قوموں کی زندگی میں ۱۷ سال کی مدت کوئی بڑی مدت نہیں۔ لیکن زندہ قومیں تو ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتیں اور اس انداز سے ترقی کرتی ہیں کہ سالوں کو دن بنا کر رکھ دیتی ہیں اور پھر اسلامی قوانین تو وضع شدہ ہیں۔ صرف ان کا نفاذ باقی ہے۔ جس کے لئے کم از کم وقت چاہیے۔ علاوہ ازیں جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، پچھلے چند سالوں میں پاکستان نے مادی اعتبار سے مختلف شعبوں میں کافی ترقی کی ہے لیکن جس حد تک مملکت کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا مسئلہ ہے۔ اور کتاب و سنت کے مطابق قوانین کی ترویج و اشاعت کا معاملہ ہے۔ اس نے ترقیٔ معکوس کی ہے اور ہم اسلام کے قریب ہونے کی بجائے اس سے دور ہوئے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ گزشتہ تمام حکومتوں نے اسلام کے نام کو اپنے اپنے مقاصد کے لئے خوب استعمال کیا ہے۔ مگر اس کی روح سے اور اسے عملی رنگ میں نافذ کرنے سے انہیں دُور کا سروکار نہیں رہا۔ معلوم یہی ہوتا ہے کہ ہمارے اقتدار اسلام کا نام محض تقریبِ سخن کے طور پر لیتے رہے ہیں۔ ورنہ ان کے دلوں میں کے کسی گوشہ میں بھی عملی اسلام کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ واضح بات ہے کہ اگر ان کو اسلام سے دلی لگاؤ ہوتا اور وہ صدق دل سے کتاب و سنت کے قوانین کو ملک میں نافذ کرنا چاہتے تو ضرور اس سلسلے میں کوئی عملی اقدام کرتے۔ مگر ان کا ماضی گواہ ہے کہ وہ اس معاملہ میں ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ ملک میں بے حیائی، عریانی، خلاف اسلام حرکات اور شریعتِ اسلامیہ کی مخالفت کا طوفان برپا ہے۔ عوام کو دین سے دور کرنے والے محرکات نکتۂ عروج پر ہیں، بے دینی زور و شور سے پھیل رہی ہے۔ عیسائیت اور ارتداد کو اسلامی سلطنت میں فروغ ہو رہا ہے اور گمراہ جماعتیں دین کے نام پر بے دینی پھیلانے میں شب و روز مصروف عمل ہیں۔ لیکن اسلام کے تحفظ پیغمبر اسلام صحابہ کرام اور صلحائے امت کی عزت و ناموس کی حفاظت بے دینی کے محرکات کو روکنے اور کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت کیلئے کوئی قانون اور پروگرام نہیں۔ کیا یہ سب شواہد اس بات کا عملی ثبوت نہیں کہ اسلام ہماری زبانوں پر تو ہے۔ مگر دلوں میں ہرگز جاگزین نہیں ہوا۔ اور اگر ہمیں اسلام سے دلی تعلق ہے تو پھر ہمیں درد دل کے ساتھ یہ سوچنا ہو گا کہ ہمارے پاس اس کے تحفظ و بقاء کے لئے کیا پروگرام ہے۔ اور کس طرح ہم بے دینی کے محرکات کا قلع قمع کر سکتے ہیں؟ کیا ہم پر من حیث القوم یہ فریضہ عائد نہیں ہوتا کہ ہم اسلام کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نافذ کریں۔ اور کتاب و سنت کی روشنی کو چار دانگ عالم میں پھیلا دیں؟ لیکن جب ہماری اپنی زندگیاں ہی اس روشنی سے محروم ہیں تو ہم دوسروں کو تاریکی کے گڑھوں سے کیونکر نکال سکتے ہیں؟ بہرحال ۱۴- اگست کا سورج جب بھی طلوع ہوتا ہے اپنے ساتھ ماضی کی یادوں کا ایک دفتر لئے ہوئے آتا ہے اور آنکھوں کے سامنے وہ تمام واقعات و حادثات گھوم جاتے ہیں جو آزادی کی دیوی کو رام کرنے کے لیے ملک کے نونہالوں کو پیش آئے۔ خاص طور پر وہ مصائب جن سے مسلمانوں کو پاکستان کا مطلب کیا؟

"لا الٰہ الا اللّٰہ"

کہنے کی پاداش میں دوچار ہونا پڑا۔

کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ حصول پاکستان کے لئے ہزاروں مسلمان عورتوں

باقی صـ۶ـ پر

## مجلسِ ذکر

۷ر ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ مطابق ۵ر اگست ۱۹۶۵ء

# اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنے والوں کی خزانۂ غیب سے امداد ہوتی ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ و کفٰی و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل ہے کہ ہمیں اپنی یاد کی نعمت سے نوازا ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو مسلمان ہوتے ہوئے اور عشقِ رسولؐ کا دعوٰے کرتے ہوئے فرائضِ دینیہ سے بالکل غافل ہیں۔ ان کو نماز کا خیال ہے نہ ذکر اللہ کا۔ اللہ تعالےٰ کی ہزاروں نعمتیں کھاتے ہیں۔ لیکن شکر کی توفیق نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی یاد کی اور زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ بغیر تنخواہ اور لالچ کے اللہ کے دین کی خدمت کرنا نبوت کا طریقہ کار ہے۔ جو اللہ پر توکّل کرتے ہیں اللہ ان کو دوسروں کی نسبت بہت زیادہ دیتے ہیں۔ ایک صاحب نے تذکرہ کیا۔ کہ ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ حضرتؒ کا ذریعہ معاش کتب فروشی تھا۔ اسی لئے وہ تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ اصلاح حال اور غلط گمان کے ازالہ کے لئے عرض کرتا ہوں۔ کہ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ مطبوعاتِ انجمن خدام الدین کی کمائی میں سے میرے اور میرے بیوی بچّوں کے لئے ایک پائی بھی لینا اور کھانا حرام ہے۔ میرا بھروسہ اللہ کی ذات پر ہے۔ وہ خزانۂ غیب سے میری مدد فرماتا ہے۔ جس طرح نبیوں کو اللہ تعالےٰ رزق [illegible] تھا۔ اسی طرح مجھے نہیں پتہ ہوتا کہ [illegible]سے آئے گا اور کیسے آئے گا۔

حضرتؒ نے قرآن کی خدمت کرنے میں فاقہ کشی کی تکلیف بھی برداشت کی۔ کئی کئی دن بغیر کھائے پیئے گذر جاتے۔ کچھ آتا تو کھا پیتے نہ آتا تو صبر و شکر کرتے۔ لیکن کسی انسان کے آگے آپ نے کبھی ہاتھ نہیں پھیلایا۔ وہ اس کو اپنے منصب کے خلاف سمجھتے تھے۔ حضرتؒ ایک درس صبح کی نماز کے بعد دیتے تھے۔ جو اللہ کے فضل سے اب تک جاری ہے اور اس میں کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ اور ایک درس حضرتؒ مغرب کی نماز کے بعد علماء اور گریجویٹ طبقہ کو دیتے تھے۔ جس میں بڑے بڑے وکیل بھی ہوتے تھے۔ علامہ علاؤ الدین صدیقی اور مولانا علم الدین سالک اسی درس کے سننے والے ہیں۔

شام کے درس کی جماعت کو جب یہ پتہ چلا کہ حضرتؒ کے گھر فاقہ کشی کی نوبت آتی ہے تو انہوں نے خفیہ طور پر فیصلہ کیا کہ ہم ہر مہینہ اپنی تنخواہ میں سے حضرتؒ کے گھر مہینے کی ضروریات کی چیزیں بھیج دیا کریں۔ انہوں نے ایک مہینہ سارے مہینہ کا راشن خفیہ طور پر گھر بھیج دیا۔ جب دوسرا مہینہ شروع ہوا تو پھر پورے مہینے کا راشن آ گیا۔ حضرتؒ نے کھوج لگانا شروع کر دیا۔ کہ آخر کون ہر مہینے کے شروع میں راشن بھیجتا ہے۔ اور شام کے درس میں آپ نے قسمیں دلا کر پوچھا تو انہوں نے سب کچھ بتا دیا۔ کہ ہم نے سوچا تھا کہ اگر ہم کھاتے ہیں تو ہمارے شیخ اور استاد کی کیوں ایسی حالت ہو کہ اُن کے گھر فاقے آئیں۔ اس پر ہم نے آپس میں معاہدہ کیا کہ خفیہ طور پر حضرتؒ کے گھر راشن بھیج دیا کریں۔ اُن سے حضرتؒ نے فرمایا کہ میں تم سے قسم لیتا ہوں کہ آئندہ میرے گھر کوئی چیز نہ بھیجنا۔ میرا توکّل اللہ کی ذات پر ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اللہ پر توکّل اور بھروسہ چھوڑ دوں اور تمہاری تنخواہ پر بھروسہ کروں، کہ اب مہینہ قریب آ رہا ہے، میرے دوستوں کی تنخواہ آئے گی اور سارے مہینے کا راشن آ جائے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضرتؒ ہم رضاء الٰہی کے لئے کرتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا۔ کہ نہیں تم میرا خیال نہ کرو۔ مجھے اللہ پر کامل توکّل اور بھروسہ ہے۔

حضرت امروٹیؒ حضرتؒ کے لئے دن رات دعا فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرتؒ کو ایک وظیفہ بتایا۔ اور دعا بھی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ساری مشکل حل کر دی اور ایسی حالت ہو گئی اور اتنا اللہ نے رزق دیا کہ مسجدوں پر مسجدیں بن رہی ہیں۔ ہر سال حج ہو رہے ہیں۔ قرآن مجید چھپوائے جا رہے ہیں۔ طلبا کو مفت تعلیم دی جا رہی ہے اور اس کے لئے مفت کتابیں مہیا کی جا رہی ہیں، حضرتؒ کا استغنا کا یہ حال تھا کہ ہم تینوں بھائیوں کو اپنے خرچ پر دینی تعلیم دلوائی۔ ہم اپنے پاس سے کھاتے پیتے تھے۔ اگر مدرسے سے کچھ کھا پی لیتے تو اس کی قیمت ادا کرتے۔ کتابوں کا خرچ بھی ہمارے اپنے ذمہ تھا۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے اگر علم دیا ہے تو اس کو اللہ کے راستے بلا معاوضہ خرچ کرو۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

ارشاد ہے:-

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون

تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تم اپنی محبوب ترین چیز اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرو۔

اگر آپ کو اللہ نے دولت دی ہے تو اس کو ان لوگوں پر خرچ کرو۔ جن کا ذریعہ معاش نہیں۔ جو دن رات اللہ کے دین کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ جتنی آپ کو اللہ نے استطاعت دی ہے۔ آپ اتنی ہی دین کی خدمت کریں۔

لیکن افسوس ہے مسلمانوں پر کہ ان کو آخرت کا ذرہ برابر خیال نہیں (الا ماشاء اللہ) اور اکثر غلط قسم کے پیروں اور علماءِ سوء کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں نے ایسے ایسے پیر بنا[illegible]

(باقی صد ۶ پر)

## خطبۂ جمعہ

۶- اگست ۱۹۶۵ء بمطابق ۸- ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ

# آخرت میں اعمال صالحہ ہی کام آئیں گے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ - اما بعد
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ۙ وَ اٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۙ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی ؕ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی ۙ فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی ؕ (پ ۳۰ س النزعت آیت)

ترجمہ:- سو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی سو بے شک اس کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہش سے روکا سو بے شک اس کا ٹھکانا بہشت ہی ہے۔

### حاشیہ شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز

(۱) دنیا میں طغیان و سرکشی کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ ہو گا۔

(۲) دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کا ٹھکانا جنت ہو گا۔

### دُنیا اور آخرت

جہان دو ہی ہیں۔ دنیا اور آخرت موجودہ زندگی اور اس جہان کی زندگی۔ دنیوی زندگی ہے اور ایک زندگی موت کے بعد پیش آنے والی ہے جہان آخرت یا عاقبت کی زندگی کہتے ہیں۔ آخرت پر یقین و ایمان رکھنا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے۔ جو لوگ آخرت اور عاقبت پر یقین نہیں رکھتے اور یہ کہتے ہیں ؎

یاں تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

یا پنجابی میں یہ کہتے ہیں
"ایہہ جگ مٹھا تے اوہ کس ڈٹھا"

وہ ایمان سے عاری ہیں اور ایمان کی ہوا بھی انہیں نصیب نہیں ہوئی۔ یہ لوگ اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ خدا و رسول ؐ کے احکام کا انکار کرتے ہیں اور خدا کے فرستادہ تمام پیغمبروں کے متفقہ عقیدہ کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اس لئے یقیناً جہنم میں جائیں گے۔ ظاہر ہے جو لوگ آخرت پر یقین ہی نہیں رکھتے وہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے نیک اعمال بھی نہیں کریں گے اور اس طرح سرکشی اور طغیان میں مبتلا ہو کر دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگیں گے اور نتیجتہً دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ اس کے برعکس آخرت پر ایمان رکھنے والے، اللہ جل شانہ سے ڈرنے والے، خدا و رسول کے احکام بجا لانے والے اور اپنے نفس کو قابو میں رکھنے والے جنت کے مزے لوٹیں گے اور بہشت ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کا ٹھکانہ ہو گا

### دُنیا آخرت کی کھیتی ہے

اگر غور کیا جائے تو واضح طور پر یہ حقیقت سامنے آجائے گی کہ دنیا پیدا ہی آخرت کے لئے کی گئی ہے۔ اگر آخرت نہ ہوتی تو دنیا بھی نہ ہوتی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا ہے

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ ؕ

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو یہاں بوؤ گے وہی وہاں کاٹو گے۔ جیسے عمل اس دنیا میں کرو گے ویسی ہی جزا پاؤ گے۔

پس اے برادران عزیز!

اگر اس دنیا میں احکام الٰہی کی پیروی کرو گے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اور آپ ؐ کی سنت پر بلا چون و چرا عمل کرو گے۔ خوف خدا اور جہان آخرت کو سامنے رکھ کر زندگی گذارو گے۔ تو اپنی عاقبت سنوار لو گے۔ اگر کتاب و سنت سے منہ موڑو گے، خدا و رسول ؐ کے احکام کی خلاف ورزی کرو گے، خواہشات نفس کا اتباع کرو گے تو اپنی عاقبت بگاڑ لو گے اور ابدی گھاٹے میں رہو گے۔

### اس دنیا کی قیمتی چیزیں

حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس دنیا میں مال و دولت کی قدر ہے سونا، چاندی اور اسی قسم کی اشیاء یہاں کی قیمتی چیزیں ہیں۔ سب کو ان کی احتیاج ہے۔ مال و دولت والا شخص اس دنیا میں بلا تمیز مذہب و ملت اور بلا اعتبار حسب و نسب امیر اور معزز سمجھا جاتا ہے۔

بڑے بڑے سید اور اچھے خاندان والے مفلس ہیں۔ بھیک مانگتے ہیں۔ دست سوال دراز کرتے ہیں۔ نوکریاں کرتے ہیں۔ لیکن ان کے مقابلے میں وہ لوگ جو ذات کے اعتبار سے ادنیٰ سمجھے جاتے ہیں اور کسی اونچے خاندان سے بھی تعلق نہیں رکھتے۔ دولت مند ہونے کی وجہ سے مالک اور آقا بنے بیٹھے ہیں۔ حسب و نسب، خاندان کسی کام نہیں آتے، رنگ و نسل، ملت اور وطنیت کسی چیز کا کوئی امتیاز نہیں۔ دولت و ثروت کی قدر ہے اور یہی اس دنیا میں کام دیتی ہے۔

### آخرت کی متاع

بس جس طرح دنیا میں کام آنے والی چیز دولت ہے اسی طرح آخرت میں کام آنے والی بھی ایک ہی چیز ہے۔ وہاں حسب و نسب، دولت و ثروت، بڑائی اونچائی کسی کام نہ آئے گی۔ وہاں انسان کی متاع اعمال صالحہ ہوں گے۔ انہی کے باعث انسان وہاں معزز و محترم ہو گا۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ؕ

قیامت کے دن کوئی مال و دولت

اپنے بیگانے، خویش و اقارب، حسب و نسب کسی کام نہ آئیں گے ۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

وہاں صرف اعمال صالحہ کام آئیں گے۔ جس کے پاس یہ پونجی نہ ہوگی۔ ذلیل و خوار ہوگا۔ خواہ دنیا میں وہ کیسا ہی باعزت اور باوقار کیوں نہ ہو؟

## اعمال صالحہ کی تعریف

اب یہ جاننا ضروری ہوگا کہ عمل صالحہ کسے کہتے ہیں تو اس کے جواب میں یہ جان لیجئے کہ ہر وہ عمل جو ایمان باللہ اور یوم آخرت پر ایمان کے تقاضے سے پیغمبر خدا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں سرزد ہو عمل صالحہ ہے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ میں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب قرآن مجید اور دوسرے اپنی سنت (حدیث شریف) جب تک تم ان دونوں پر قائم رہوگے۔ دین و دنیا میں کامیاب رہوگے۔

## حاصل

یہ نکلا کہ اعمال صالحہ کا ضابطہ ہے کتاب و سنت۔ چنانچہ جو کتاب و سنت پہ عمل پیرا ہوگا۔ آخرت میں معزز و محترم ہوگا اور جو اس کی خلاف ورزی کریگا خائب و خاسر ہوگا۔

## اعمال ہی کام آئیں گے

پس اے برادران عزیز اس حیات مستعار کو غنیمت جانو۔ یاد رکھو! اس زندگی میں جو کچھ کر لوگے وہی وہاں کام آئے گا۔ اگر یہاں سے خالی ہاتھ گئے اور اعمال صالحہ ساتھ نہ ہوئے تو وہاں پچھتانا پڑے گا اور ذلت و خواری کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

پھر ہم اور آپ کس شمار میں ہیں وہاں تو بڑوں بڑوں سے اعمال کی پرسش ہوگی، کسی کی رشتہ داری، کسی کی سفارش، کسی کی وکالت، کسی کی ضمانت وہاں کام نہ آسکے گی۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (س البقرہ آیت ۲۴۵)

ترجمہ :- اے ایمان والو۔ جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش۔ اور کافر ہی ظالم ہیں۔

بقیہ :- ایڈیٹوریل

اور بچیوں کو محض مسلمان ہونے کی بنا پر اپنی عصمتوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ لاکھوں جانیں کام آئیں۔ اور بے شمار مسلمان گھروں سے بے گھر ہو گئے؟ کیا انہوں نے قربانیاں صرف اس لئے نہ دی تھیں کہ پاکستان میں اسلام کا بول بالا ہوگا؟ کتاب و سنت کے مطابق قوانین نافذ ہوں گے؟ اور انہیں اپنے مذہب، اپنے تمدن اور اپنی روایات کے مطابق زندگی گزارنے کا موقع ملے گا۔ اگر یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر آئیے اس دن کام آنے والے شہداء کی روحوں کو ہدیہ عقیدت پیش کرنے کے لئے یہ عہد کریں کہ ہم اس ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے سراپا عمل بن جائیں گے، اس ملک کے تحفظ و بقا کے لئے جان کی بازی لگا دیں گے اور اس مملکت خداداد کو جنت نظیر بنا کر دم لیں گے۔ یہی ۱۴- اگست کا پیغام ہے۔ اور یہی یہ دن ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔

بقیہ :- مجلس ذکر

ہیں۔ جنکو تن ڈھانپنے کی ہوش نہیں۔ جو ہر وقت ننگے رہتے ہیں۔ اور خلاف شریعت کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ ایسے گمراہ پیروں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکہ جا کر نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے بدبخت پیروں کو کھانا مت دیا کرو۔ جو مکہ میں نمازیں پڑھیں اور وہاں کے اعلیٰ اعلیٰ کھانے چھوڑ کر یہاں آکر کھانا کھائیں۔

## طریقت

حضرات! یاد رکھیں کہ طریقت بغیر شریعت کے سراسر گمراہی ہے۔ علامہ قشیریؒ نے اپنے رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے کہ میں نے احمد بن محمدؒ سے سنا ہے اور انہوں نے سعید بن عثمان سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ذوالنون مصریؒ سے جو تیسری صدی کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں۔ انہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ طریقت میں مدار چار چیزیں ہیں۔

اوّل سب سے بڑے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت۔ سب سے کم یعنی دنیا سے بغض۔ تیسرے وحی الٰہی یعنی قرآن حکیم کا اتباع۔ چوتھے حالت بدل جانے کا خوف۔

## ریاء

حضرت فضیل ابن عیاضؒ جو دوسری ہجری کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں فرماتے ہیں! کہ لوگوں کے خیال سے عمل چھوڑ دینا یہی ریا ہے۔ اور ان کے دکھانے کے لئے عمل کرنا تو شرک ہے مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ اس خیال سے کہ لوگ ہمارے عمل کو دیکھتے ہیں۔ اور اس میں ریاء کا خطرہ ہے اس نیک عمل کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ریاء ہی کا ایک شعبہ ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ آدمی کو عمل کرنے کے وقت لوگوں کے دیکھنے نہ دیکھنے کی طرف التفات و توجہ ہی نہیں کرنی چاہیے۔

## گناہ کی خاصیت

حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو میں اس کا اثر اپنے حمار (گدھے) اور خادم کے اخلاق میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے سرکشی کرنے لگتے ہیں۔

ہمارا حال یہ ہے کہ ہم دن رات گناہ کرتے ہیں۔ اور اللہ کی ناراضگی کا کوئی ڈر خوف ہی نہیں۔ اگر کوئی تنگی یا مصیبت گناہوں کی وجہ سے آ جاتی ہے۔ تو رونا چیخنا شروع کر دیتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ بارگاہ الٰہی میں جھک کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔

یاد رکھیں۔ ایک غلام جب تک اپنے آقا اور مالک کو خوش نہ کرے گا۔ اس وقت تک مالک اس پر اپنی عنایات نہیں کرے گا۔ اسی طرح جب تک ہم اللہ کو راضی نہیں کریں گے۔ اپنے گناہوں اور غلطیوں کی معافی نہیں مانگیں گے۔ اس وقت تک ہم کو راحت و چین نصیب نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

## عمر بڑھ نہیں رہی بلکہ گھٹ رہی ہے

### اس لئے

# عمر کے ہر ہر لمحہ کی قدر کرنی چاہیئے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

مرتبہ: عثمان غنی

انہوں نے کہا کہ تمہارے اس
معاشی نظام سے اسلام چودہ صدیاں پہلے کہیں
بہتر نظام دنیا کو پیش کرکے اس پر عمل کراکے
اور دنیا میں بہترین نظام مملکت اس کے مطابق
رائج کرکے قائم کرکے گیا اور اس کا پھل
مسلمانوں نے اس وقت کھایا ہے اور تم بھی
اس کا پھل کھا سکتے ہو چنانچہ دلیل کے ساتھ
انہوں نے جب اسلام کے معاشی
نظام کو، اخلاقی نظام کو
ہر قسم کی انسانی سوسائٹی میں جو ضروریات ہو
سکتی ہیں اس پر ان کی بحثیں ہوئیں۔ گفتگوئیں
مہینوں اس سلسلے کے اندر صرف ہوتے آخر
وہ دلیل کے طور پر تو اسلام کی برتری کو
تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئے عذر لنگ انہوں
نے صرف یہ پیش کیا کہ مسلمان پھر عمل کیوں
نہیں کرتے اب افسوس کے ساتھ ان کو
کہنا پڑا کہ حقیقتاً گو تین درجے مسلمان حکومتیں
اس وقت برسراقتدار ہیں لیکن مسلمان تو اس
وقت بھی مخالف موجود تھے جن کی حکومتیں
نہیں تھیں مراکش سے لے کرکے جاکرتہ تک
انڈونیشیا تک بدقسمتی سے نہ اس وقت مسلمانوں
کا عمل تھا نہ اس وقت تو عبدالماجد صاحب
نے اس وقت نقل کرکے بحوالہ واقعہ انہوں
نے کہا کہ پاکستان بننے کے بعد پاکستان کے
ایک ایک فرد کے لئے بالخصوص اور عالم اسلام
کے ایک ایک باشندے کے لئے بالعموم
فرض ہے کہ وہ ان سوالوں کا عملی
(PRACTICALLY) جواب دیں جس کے لئے
وہ دلیل و برہان تھے کہ اسلام کی فوقیت
اور برتری اجتماعی نظام کے اعتبار سے
انفرادی خصوصیات کے اعتبار سے معاشی
اعتبار سے اخلاقی اعتبار سے سیاسی اعتبار
سے اس کی برتری ثابت کر پاتے لیکن افسوس
ہے کہ عملاً وہ اسلام کو اپنے ہاں رائج نہ
دکھا پاتے اب مسلمانوں کا پاکستان بننے کے
بعد فرض ہے اور عالم اسلام کے ایک ایک
باشندے کا بالعموم یہ فرض ہے کہ وہ اس
کے لئے اپنے آپ کو عملاً تیار کرے لیکن
جو قومیں کام کرتی ہیں وہ یوں وقت ضائع
اور بے کار تو نہیں کر سکتیں۔ جو وقت یوں
بے کار ضائع کرتے ہیں۔ اللّوں "تللوں میں
صرف کرتے ہیں وہ دنیا میں کوئی کارنامہ
تو انجام نہیں دے سکتے ان کے پاس تو
ایک منٹ کے لئے فرصت نہیں ہوتی اور
ان کا یہ حال ہے کہ جیسا میں نے شروع
میں عرض کیا کہ ڈگڈگی بجاؤ اور ہزاروں
دنیا جمع کر لو۔

میں نے مولانا ابوالکلام سے ان کی
ایک دفعہ یورپ اور ایشیا کے سفر سے
واپس آنے پر کراچی میں ایک ملاقات ہوئی
تو ان سے یورپ کی باتیں پوچھیں۔ انہوں
نے کہا میں نے مغربی جرمنی میں سفر کیا
ہے۔ اور وہاں حیران ہوا کہ صبح کے وقت
لوگ یوں بھاگے جا رہے ہیں جیسے پاگل
اور دیوانے کہیں دوڑے چلے جا رہے ہوں
پلٹ کر دیکھتے نہیں کوئی کسی سے بات
ہی نہیں کرتا۔ گاڑیوں میں، بسوں میں ٹیکسیوں میں
سائیکلوں پر پیدل اور شام کے وقت جب
اپنے کارخانوں سکولوں کالجوں سے واپس
آتے ہیں تو یوں بھاگے آتے ہیں کہ
کوئی کسی کی بات ہی نہیں سنتا کوئی کسی
کے ساتھ بات ہی نہیں کرتا گویا اپنے
اپنے کام میں اتنے مصروف اور منہمک
ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کہ خدا معلوم انہیں
کون سی آفت آئی ہوئی ہے وجہ یہ ہے
کہ جنگ کے زمانے میں ان کا ملک تباہ
ہوا اور اب دوپہر کے وقت سناٹا ہوتا ہے
سڑکوں پر رات کے وقت اب وہاں پر کوئی
عیاشی کے اڈے اور بدمعاشی کے سامان
نظر نہیں آتے۔ دن بھر کام کرتے ہیں دفتروں
میں اور کالجوں میں پڑھتے لکھتے ہیں دفتروں
میں کام ہوتے ہیں اور اسی طرح جہاں کارخانے
ہیں وہاں کام ہو رہے ہیں اور ہمارے تقسیم
ملک کے بعد آپ نے دیکھا کہ سولہ سترہ
سال گزر چکے ہیں اور اب تک ہمارا دستور
اور نظام اسلامی رائج کرنے کا مسئلہ تک
حل نہ ہو سکا اور جو جو اس زمانے میں
حالات تھے دن بدن بدتر ہوتے چلے جا
رہے ہیں۔ کسی نقطہ نظر سے آپ
دیکھ لیجئے اس ملک کے حالات سے

نہ صورت نہ سیرت نہ خالش نہ خط
بمجبوبش نام نہاد نہ غلط

جس طرح میں عرض کر رہا ہوں اونٹ رے
اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔ کسی نقطہ نظر
سے دیکھ لیجئے۔ اخبارہں رسالے دیکھ لیجئے۔
قتل قتل سے بھرے پڑے ہیں اغوا اغوا کے
کیس اور عدالتوں میں جا کے دیکھئے وہاں
بھی یہ ہی حشر ہے اور جیلیں بھری پڑی
ہیں چوروں ڈاکوؤں اور قاتلوں سے۔ سترہ
اٹھارہ سال گزر گئے لیکن ہنوز روز اوّل،
ہنوز دلی دور است، کچھ پتہ نہیں چلتا کہ یہ
اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ اس ملک میں
اسلامیت کا نام۔ لیکن عمل کس بات پر ہو رہا
ہے؟ وہ آپ دیکھتے کہ مدعی مسلمان، مدعا
الیہ مسلمان اور کیس عدالت میں جاتا ہے
وکیل بھی لڑنے والے مسلمان ججز (JUDGES)
ہمارے مسلمان وکلا۔ اور پلیڈرز (PLEADERS)
مسلمان لیکن کس قانون کے تحت فیصلہ ہو رہا
ہے؟ قرآن کے مطابق فیصلہ ہو رہا ہے؟
جو کر کے رہیں گے دینا پڑے گا خون
سے لیں گے پاکستان۔ پاکستان کے معنے کیا؟
لا الہ الا اللہ۔ کیونکہ ہمارا دستور، ہمارا قانون
ثقافت، تہذیب، تمدن الگ ہے اس لئے
الگ خطہ زمین چاہتے ہیں کہ اس پر اللہ
کے قانون کو رائج کریں۔ اور اسلام پر بلا
کسی روک ٹوک کے عمل پیرا ہو سکیں۔ یہی
قائد اعظم اور دوسرے ہمارے لیڈروں نے
اس وقت گاندھی جی کو خود مسلمان لیڈروں
کو مسلمان سٹوڈنٹس اور کالجیٹس کو اور
جہاں بھی انہیں موقع بنتا۔ عید کی تقریب
اور فلاں جلسے میں فلاں کانفرنس میں یہ

بیان اور یہ خطبہ دیا اور قائد اعظم بجا طور کہتے رہے کہ قرآن کے اندر اخلاقی سیاسی معاشی ہر قسم کے نظام اور ہر قسم کے دستور اور احکام حیات مرتب اور مکمل موجود ہیں ہمیں صرف ان کو رائج اور ان پر عمل کرنا ہے لیکن بدقسمتی۔ اب تک دیکھ لیجئے کہ ایک پاکستان کی نہیں پوری مسلمان حکومتوں کی بات کر رہا ہوں۔ چالیس پنتالیس کروڑ بلکہ وہ تو پچاس ساٹھ کروڑ تک جاتے ہیں یہ سارے کے سارے کہنے کو تو سب مسلمان ہیں لیکن انگلیوں پہ گنے جا سکتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں یہ مسلمان ہیں جو واقعی قرآن کے احکام کو نافذ کرنے کا دل میں احساس یقین اور خیال رکھتے ہیں یہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دینے کے شائق اور اس پر عمل پیرا ہیں یہ مسلمان ہیں جو جہاد کے دل میں جذبات رکھتے ہیں بدقسمتی مسلمانوں کی کہ انگلیوں پہ گنے جا سکتے ہیں جو صحیح معنوں میں مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں مگر کسی کو فکر ہے؟ فکر ہے تو منصوبہ بندیاں یہ کہ ہمارا معاشی نظام درست ہو جاتے ہماری قوت خرید بڑھ جاتے اور ہمارا معیار زندگی بلند ہو جاتے لیکن کسی کو یہ فکر بھی ہے کہ ہمارا اخلاقی نظام بھی بلند ہو اخلاقی نظام بھی ہمارا بلند ہو قعر ذلت میں ہم کرتے چلے جا رہے ہیں اس سے نکل کر بام عروج پر اور ثریا تک پہنچنے کی کوشش کریں لیکن اس کے لئے کوئی منصوبہ بندی نہیں کوئی نصاب تعلیم نہیں ہمیں قانون کو تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسلامی تعلیم پڑھانے کے لئے لاء کالجوں میں کوئی ضرورت نہیں ہے وہی نظام وہی دستور وہی قانون وہی لاء کالج اس کے اندر وہی نصاب تعلیم وہی جج پیدا ہوتے ہیں اور وکیل پیدا ہوتے ہیں اور اسی نظام کو قائم کئے ہوتے ہیں تو پھر اتنا بڑا ہنگامہ اور خون خرابہ کرانے کا اس قدر بہو بیٹیوں کی عصمتیں لٹانے کا میں پوچھتا ہوں کہ کیا فائدہ آخر؟ اتنی بڑی قیمت دے کر اللہ کا قانون اس ملک میں رائج ہوتا تو ہم سمجھتے کہ ہم نے سستا سودا اور نفع بخش تجارت کی ہے لیکن یہ تو فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ یہ تو ہم نے خسران اور گھاٹے کا سودا کیا یعنی اگر یہی ملک اسلام کے نام پر سیکولرزم (SECULARISM) سے بدتر ہونا تھا اس کا نظام تو پھر کیا ضرورت؟ لیکن سچ کہو اور پورے بہو اَلْحَقُّ مُرٌّ

سچی بات کسی کے دل کو نہیں لگتی۔ سب اس کے خلاف ہیں۔ اب نہیں ہمیشہ سے اور سچی بات كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَابِرٍ كَافضل جِهَاد۔ حضور نے جو فرمایا تھا آج وہ سلطان جابر کے سامنے چھوڑیئے عوام کے سامنے کوئی سچی بات نہیں کہہ سکتا۔ ان حالات کے اندر دکھتی رگوں پر ہاتھ رکھنا اور نبض دیکھ کر تشخیص اور تعبیر کرنا اور ان کے امراض کا علاج بتانا نہایت دشوار ہو چکا ہے لیکن میرے دوستو اور بزرگو آپ کے خیر خواہ وہی ہیں جو آپ کو کڑوی دوا پلا کر ہوش میں لانا چاہتے ہیں آپ کے امراض کا علاج چاہتے ہیں جہنم کی زندگی سے آپ کو نجات دلانا چاہتے ہیں اور آپ کی دنیا اور آخرت دونوں کو سنوارنا چاہتے ہیں ان کو آج ہم اپنا دشمن اور مخالف سمجھ رہے ہیں اور ان کو اپنا دوست سمجھ رہے ہیں جو دنیا میں ہمارے لئے آج ہم وبال جان کل بھی ہمارے لئے ہلاکت اور تباہی کا باعث۔

تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر ہمیں قرآن مجید کے نظام کو ملک میں رائج کرنا ہے تو اس کی تعلیم کو پہلے عام کرنا چاہئے اس ملک میں اگر خدا کے دین کو بلند اور کلمہ حق کے لئے ہمیں کام کرنا ہے تو اپنی اولاد کو ابھی سے اس کے مطابق تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ اگر سکولوں کالجوں میں اس کا نظام و نصاب پورے طور پر جب تک شامل نہیں کیا جاتا آپ کو اپنے دینی مدارس، تبلیغی کلاسیں مساجد کے اندر دینی مدارس کے اندر ان بچوں کے لئے اہتمام کرنا چاہئے جو سکولوں کالجوں کے اندر جاتے ہیں شام کا کچھ وقت تھوڑا بہت دیا کریں گے چھٹی کے زمانے میں جس طرح آج وقت بے کار ضائع کرتے ہیں اور یوں کھیلوں اور تفریحوں میں صرف کرتے ہیں وہ کم از کم دن کا کوئی حصہ علمائے ربانی کے ساتھ اور علمائے دین کے ساتھ اپنا وقت صرف کریں تاکہ وہ بھی اسلام کے پابند اور بہی خواہ ہوں۔ اور پھر اسلامی اقدار حیات کو خود عمل پیرا ہو کر دوسروں کے سامنے عملاً پیش کرنے کی صلاحیت کے مالک ہوں اسی لئے اس موضوع کو میں نے آج آپ کے لئے منتخب کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت آپ کا کردار آپ کا سب سے بڑا نصب العین اللہ تعالیٰ نے جو قرآن میں مقرر کیا وہ یہ

ہے هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ یہ کافر یا مشرک کبھی نہ کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دین حق کو نبی برحق کو دے کر محض اس لئے بھیجا ہے۔ کہ تمام ادیان فاسقہ تمام دنیا کے اندر قوانین رائج الوقت اور تمام دنیا میں خود ساختہ قوانین انسانی ان سب کو نیست و نابود کر دیا جائے اللہ کے دین کو غلبہ حاصل ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سالہ مکی زندگی کے اندر بقول امام ولی اللہ دہلوی خلافت باطنہ اور دس سالہ مدنی زندگی کے اندر خلافت ظاہرہ قائم کر کے اپنا یہ نصب العین اور اپنا یہ پروگرام حیات اور جس مقصد کے لئے، جس مشن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھجوایا تھا وہ اعلائے کلمۃ الحق اور دین حق کو دنیا میں نافذ اور رائج کر کے مسلمانوں کو ایک حکومت مستحکم بنا کے دے گئے تو گویا دین کا غلبہ، اسلام کا آپ ہی کے دور میں متحقق ہو گیا اور پھر خلفائے راشدین نے واقعی یہ ہے کہ اسے چار دانگ عالم میں پہنچا کر اور پھر صحابہ اور تابعین نے اس پہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا پیغام پہنچایا اور پھر یہ ہے کہ دنیا کے بہت بڑے حصے پہ اسلام کے جھنڈے اور پھریرے لہرا کر اپنا یہ فریضہ انجام دیا اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اعتراف کیا کہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ صحابہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گئے اور صحابہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهُ جو اللہ تعالیٰ کے ہو گئے اللہ تعالیٰ ان کے ہو گئے۔ پھر دنیا میں کوئی انہیں کمی رہی کسی قسم کی؟ حکومت ان کی۔ مال و اموال کی کوئی کمی نہیں۔ ان کی غربت عسرت ساری ختم ہو گئی اور پھر یہ ہے کہ قیصر و کسریٰ کے تخت ان کے پاؤں تلے روند دیئے گئے هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ نہ کسریٰ اس کے بعد کوئی پیدا ہو سکا۔ نہ قیصر اور اسلام کا جھنڈا ہزار سال تک لہراتا رہا اپنی آن شان کے ساتھ بدقسمتی وہ ہزار سالہ اسلام کا بیتا اور اسلام کے دوسرے ہزار سال کے اندر ہم جیسے بدقسمت پیدا ہوتے کہ جن کو اسلام سے جذباتی محبت ہے جذباتی نعرے لگانے میں ہم کسی سے پیچھے نہیں ہیں اور پھر یہ ہے کہ جس وقت توہیں اصلی پروگرام اور حقیقی نظام کو رائج کئے ہوتے ہوتی ہے اس وقت

ان کے پاس فضول کاموں کے لئے وقت نہیں ہوتا اور جب وہ مقصد حیات نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے پھر اس قسم کی چیزوں سے کہ جھنڈیاں لگاؤ اور بتیاں جلاؤ اور پھر یہ ہے کہ محبت کے جھوٹے نعرے لگاؤ اور پھر یہ ہے کہ جذباتی اعلان اور اظہار کے جو طریقے ہیں اپناؤ اور سچا مذہبی اور سچا دینی جو طریق ہے وہ ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتا ایک لمحے کے لئے وہ انہیں برداشت نہیں ہے۔ آپ غور دیکھ لیجئے۔ چور کی داڑھی میں تنکا۔ اس سلسلے کے اندر وہ صحیح دین کے اور دینداروں کے اور حاملین قرآن کے کس حد تک یہ مخالف اور دشمن ہیں کہ ہم ملا ازم قائم نہیں ہونے دیں گے میں یہ پوچھتا ہوں ملا ازم کیا ہے؟ کیا ملا کہتا ہے کہ قرآن کے علاوہ گرنتھ اس ملک میں نافذ کر دیا وہ کہتا ہے کہ گیتا کا نظام اور اشنو کا دور حکومت واپس لاؤ؟ ملا کیا کہتا ہے؟ کمیونزم کو اس ملک میں رائج کرو! یا ممالک اسلامیہ کے اندر سوشلزم رائج کرو؟ ملا چاہتا بدھ کے نظام کو لانا چاہتا ہے یا عیسٰی علیہ السلام کی انجیل کو اور اس کے نظام کو لانا چاہتا ہے؟ وہ تو کہتا ہے قرآن کو نافذ کرو۔ ملا ازم قائم نہیں ہونے دیں گے یعنی قرآن کو نافذ نہیں ہونے دیں گے؟ تو کھل کے بات کرو کہ ہم قرآن کے مخالف ہیں یہ لگی لپٹی کس لئے تم رکھتے ہو؟ تو اس لئے وہ ملا ازم جو ہے کہ جو نام لیتے ہیں درحقیقت وہ اسلام کے مخالف ہیں مگر اسلام کا نام چونکہ لے نہیں سکتے اس کی جرأت اور طاقت نہیں ہے اور عوام کے سامنے چونکہ عوام گئے گزرے دور میں بھی انشاء اللہ وہ اسلام کے لئے ہر قربانی دیتا رہا اور دے سکتا ہے۔ مگر یہ ہے کہ اوپر کے چند افراد جو ہیں وہ یہ ہے کہ اس ملک میں اسلام کا نظام کرنے کے لئے بیچ میں روڑے اٹکاتے رہتے ہیں اور عوام بیچارے کالا انعام ان کی کوئی قدر و قیمت ہے ہی نہیں اس ملک میں حالانکہ جمہوری دور کے اندر جمہوری ممالک کے اندر عوام ہی کے ہاتھ میں سب کچھ ہوتا ہے۔ اکثریت جو چاہتی ہے وہ انہی کی مرضی و منشاء کے مطابق ہوتا ہے۔ مگر یہاں کی جمہوریت بھی نرالی ہے کہ جو جمہور چاہتے ہیں، عوام چاہتے ہیں اس کو کوئی کبھی اہمیت نہ دی گئی۔ میں مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ ختم نبوت کے دور میں کتنا زبردست مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد کا مظاہرہ ہوا کہ تاریخ اسلام میں اس کی مثال مشکل سے پیش کی جا سکے گی کیا شیعہ، کیا سنی، کیا دیوبندی، کیا بریلوی، کیا اہل حدیث حضرات اور سارے متفقہ جو سیاسی اور مذہبی گروہ بندیاں تھیں سب نے مل کر کے متفقہ ایک جماعت کے لئے چونکہ اسلام سے ان کو واسطہ نہیں اور نبوت پر جو ان کا حملہ ہے اور جو نبوت کی خاتمیت کا قائل نہیں ہے اس کے اسلام کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک ان کا مسلمان ہونا نہ ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا اس لئے سب نے مطالبہ کیا کہ یہ اقلیت ہے کلیدی آسامیوں سے ان کو ہٹایا جائے اور ان کی جگہ سچے اور کھرے محمدی مسلمانوں کو لایا جائے۔ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ تھا لیکن اس مطالبے کے ساتھ کیا حشر ہوا؟ وہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ جمہوریت کی مٹی پلید ہوئی اسلام کی بھی ساتھ ساتھ۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اسلام کے ساتھ ہماری جذباتی محبت کے یہ نتیجے ہیں کہ وہ جلوس کے لئے بلاؤ، جھنڈیاں لگاؤ، بتیاں جلاؤ، پنکھے چلانے کے لئے سارے لاہور میں اور یہاں بھی آپ دیکھیں گے یہ سب کچھ ہے اور پھر یہ ہے کہ ایک روز جو ہے اس روز بھی کم از کم اتنا نہیں کہ سنت رسول اللہ اور یا فرائض ہی کی اس روز ہمارے نزدیک اہمیت ہوتی کم از کم نماز ہی کا خیال کرتے کم از کم آج ہی یہ ہے کہ چلو بیوہ اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے اور یہ ہے کہ کم از کم چلو آج ہی کے دن خیرات کے جو صحیح مستحق ہیں ان کو دیں گے لیکن نہیں زکوٰۃ کے لئے کوڑی اور پائی نہیں اور اسمبلی کے الیکشن کے لئے لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہانے کی تو انہیں پرواہ نہیں اور ساری زندگی یہ ہے کہ نصاب کے مالک ہوئے۔ صدیاں گذر گئیں۔ کبھی پائی زکوٰۃ کے لئے نہ دے سکیں گے ماں باپ، کے ساتھ حسن سلوک کے لئے صلہ رحمی کے حقوق ادا کرنے کے لئے یا ان کے ذمے فی اموالھم حق للسائل والمحروم محتاجوں، اپاہجوں، مسکینوں، غریبوں، یتیموں، بیواؤں کے لئے اللہ نے جو ان کے حصے میں ڈال رکھا ہے مال کا حصہ ان کے لئے ان کے پاس کبھی دمڑی نہیں، پائی نہیں، پھوٹی کوڑی نہیں لیکن یہ ہے کہ باقی دنیا کے کاموں کے لئے اور یہ ہے کہ اپنے اعزا و اکرام جھوٹے بنانے کے لئے۔ سب کچھ موجود ہے۔ یہی افسوسناک حقیقت ہے کہ جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا تھا کہ آپ کو حقیقت پسند ہونا چاہیئے آپ کو صحیح معنوں میں اسلام پسند ہونا چاہیئے۔

جذباتی اسلام اور جھوٹا اسلام اور یہ پنجابی اسلام اسی لئے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے پنجابی اسلام کہ نماز نہ پڑھو روزے نہ رکھو، حج فرض ہو نہ کرو زکوٰۃ فرض ہو نہ دو جہاد کا کبھی نام نہ لو یہ جھوٹا اور کھوٹا اور بناوٹی اور یہ پنجابی اسلام اس پنجابی اسلام سے اللہ تعالیٰ ہمیں نجات دے وہ محمدی سچا اور کھرا مسلمان بننے کی توفیق دے کہ جس میں پنجوقتہ نماز آپ کے ذمے فرض ہے حج اگر فرض ہے تو وہ ادا کرنے کی توفیق ہو زکوٰۃ اگر فرض ہے تو وہ گن کے پائی پائی دینے کی توفیق ہو اور اسی طرح جہاد کے لئے ہم تیاری کریں وہ تو ہیں صحیح معنیٰ میں مسلمان کہلانے کے حقدار باقی ہم مسلمان کہلانے کے کس طرح حقدار ہیں ؎

مسلماناں در گور مسلمانی در کتاب

یہ ہیں مسلمان جن کو اللہ نے مسلمان بنایا تھا اور واقعی وہ اسلام پر عمل پیرا تھے۔ آج ہمارا اسلام خالی نعروں کے سوا اور پھر یہ ہے کہ اپنی مقصد برآری کے سوا وزارتیں اور صدارتیں ہتھیانے کے سوا اور بھی اس کا کوئی مقصد ہے؟ الیکشن میں صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کی سیٹیں حاصل کرنے کے سوا یا بی ڈی ممبر بننے کے سوا کوئی اور بھی مقصد ہے؟ بڑے نعرے لگیں گے اس وقت اسلام کے حق میں جبکہ یہ الیکشن ہو رہے ہوں گے اور جیسے ہی ان کا مقصد پورا ہوا اب کون جانتا ہے کہ اسلام کس جانور کا نام ہے۔ اب کون جانتا ہے کہ جمہوریت کس چیز کا نام ہے۔ عوام کے مسائل کیا ہیں اور کیا نہیں۔

میرے دوستو اور بزرگو آپ کو ان چیزوں کی طرف توجہ دینا چاہیئے قومیں وہ ہوتی ہیں جو وقت ضائع نہیں کرتیں اور قبل از وقت سوچتی ہیں بعد از وقت سوچنے والی قوموں کا حشر ہمیشہ برا ہوا ہے۔ آج تارا سنگھ کی تقریریں آپ پڑھتے ہوں گے کہ ہندوؤں کو بھارت مل گیا۔ اور مسلمانوں کو پاکستان مل گیا۔ سکھوں کو کیا ملا؟ جھرلو؟ یہ اس کے اپنے ہی الفاظ ہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں جو بعد از وقت سوچنے والی قوم ہے ان کو جھرلو نہ ملے تو اور کیا ملے؟

انگریز کے متعلق مشہور ہے کہ ۲۰ سال پہلے سوچتا ہے جس کام کو کرنا ہوتا ہے۔ ہندو بھی دس سال پہلے سوچ لیتا ہے لیکن مسلمان عین وقت پر سوچے گا اور سکھ بعد از وقت سوچنے والے اس وقت ہندوؤں کے آلہ کار بنے رہے کہ ہماری لاشوں پہ پاکستان بنے گا۔ کھا کھا کے تلواریں پنجاب اسمبلی پر یہی سکھ لیڈر کہتے تھے کہ ہم پاکستان نہ بننے دیں گے کٹ مریں گے اور آج یہ ہے کہ وہ پاکستان ہی کے اپنے آپ کو حامی کہلاتے ہیں اور

باقی ص۱۲ پر

حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی مدظلہ کا

واہ کینٹ میں

# درسِ قرآن

منعقدہ: ۲۵ر اپریل ۱۹۶۵ء (قسط ۱) مرتبہ: - محمد سلیمان قادری

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۝

میرے بھائیو! بزرگو اور دوستو! یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان اور بے انتہا فضل و کرم ہے کہ آج پھر ہم قرآن کے سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں کا ویسے بھی ملنا جُلنا باعث اجر و برکت ہے اور پھر دینی طلب اور وہ بھی قرآن کے سننے اور سنانے کے لئے اکٹھا ہونا، مل بیٹھنا، یہ اس رب العالمین کی خاص مہربانی اور نوازش ہے۔ بزرگو اور دوستو، سب سے بڑی چیز جو دنیا میں بھی انقلاب لاتی ہے جو قیامت کی بہتری کا سبب بھی ہے وہ صحبت ہے۔ نیکی کے لئے مل بیٹھنا، نیکی کے موضوع پر سوچ بچار، نیکی کا سننا سنانا ایک عملی انقلاب لاتا ہے۔ اور اگر برائی کے لئے سوچ بچار کی جائے، بحث و تنقید کی جائے تو بُرا اثر پڑے گا۔ اسی کے متعلق مولانا روم نے فرمایا ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند

صحبتِ طالح ترا طالح کند

اور حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ انسان سارق بالطبع ہے، یعنی فطرتاً اثر پذیر ہے خواہ اس کا ارادہ ہو یا نہ ہو نیکی بھی اور بدی بھی اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔ آپ کسی نیک آدمی کے پاس بیٹھیں تو نیکی کا اثر لے کر اٹھیں گے اگرچہ آپ کا ارادہ نہ ہو۔ بُرے آدمی کے پاس بیٹھیں۔ دل و دماغ پر بُرا اثر لے کر اٹھیں گے۔ طبیعت کا میلان برائی کی طرف ہو گا۔

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:-

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ ..... الخ — پ ۱۵ سورۃ الکہف۔ آیت ۲۶

صحابہ کرام صحبت کے لئے ہر چیز کو قربان کر دیتے جب کوئی بات آتی۔ عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ساتھ ہوں گا؟ شاید میں اپنے پہلے کسی درس میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ جب جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہُوا۔ آپؐ صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے پوچھا یا حضرت! کیا میں بھی ساتھ ہوں گا۔ صحابہؓ نے صرف مصاحبت حضورؐ کی زیارت کی اور آپؐ کی صحبت سے صحابی بنے۔ یہ وہ انقلابی قوت ہے جو دل و دماغ میں راسخ ہو کر زندگی کا رُخ پھیر دیتی ہے اسی لئے مجرم قیامت کے دن افسوس کرینگے يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا - مجرم جب جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے حسرت سے کہیں گے کاش ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی طرف جانے والا راستہ اختیار کرتے۔ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا - یہ تو ہماری بدبختی ہے کاش ہم فلاں کو دوست نہ بناتے، فلاں کی صحبت اختیار نہ کرتے۔ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ - اس نے کیا کیا؟ اس نے مجھے ذکر سے روک دیا۔ جب ذکر میں دل لگنے لگا۔ فکر پیدا ہوئی اللہ کی طرف، اس کی دوستی نے مجھے رسوا کیا۔ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ خَذُوْلًا - تو عرض خدمت میں یہ ہے کہ یہ اللہ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے ہم جیسے گنہگاروں کو قرآن کے سننے اور سنانے کی توفیق عطا فرمائی۔ آج چھٹی کا دن ہے۔ ہر ملازم باقی دن تو اپنے کام میں مصروف ہوتا ہے۔ یہ ہی ایک دن ہوتا ہے کہ ہم اپنے ذاتی کاروبار کے لئے وقت نکالتے ہیں۔ کئی کام ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ چلو بھائی اتوار کو چھٹی ہو گی۔ اس دن کریں گے یا اگر کوئی کام نہ بھی ہو تو چلو بھائی ذرا نیند کریں۔ یا لہو و لعب میں مشغول ہو جائیں۔ لیکن میرے دوستو! عذاب ہمیشہ ایسے ہی وقت میں آیا۔ پہلی قوموں کی تباہی ایسے وقت ہوئی۔ فرمایا۔ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ - جب کہ وہ کھیل رہے تھے۔

اب چاشت کا وقت ہے۔ اس وقت کھیل کود میں مشغول یا فراغت جو ہوتی اور کسی کام میں لگے ہوتے ہیں یا آرام کرتے ہیں۔ اسی لئے سحری کی نماز کا زیادہ ثواب ہے کیونکہ وہ آرام کا وقت ہوتا ہے۔ اسی لئے فرمایا وہ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں جو سحری کو اٹھ کر مجھ سے معافیاں مانگتے ہیں۔ میرے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اُولُوا الْاَلْبَاب کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ایک یہ نشانی بھی فرمائی۔ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ سحری کے وقت معافی مانگتے ہیں۔ آرام کا وقت تھا اس آرام کو قربان کر کے دوسرا آرام حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے میں ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں — ایسے کھیل کود کے وقت میں اگر کوئی دو رکعت نماز نفل چاشت پڑھے۔ عموماً دس بجے چاشت کا وقت ہوتا ہے۔ حدیث کے الفاظ کچھ اور ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ گویا اس نے چار سو پچاس قربانیاں دیں۔ صحیح حدیث ہے یہ بڑی برکت والی نماز ہے اتنا اجر و ثواب کیوں! اس لئے کہ یہ کھیل کود کا وقت ہوتا ہے۔ ایسے وقت عبادت میں مشغول ہونا۔ اس سے طبیعت پر بوجھ پڑتا ہے۔ جس سے اللہ راضی ہوتے ہیں۔ اسی لئے آپ حضرات بڑے خوش نصیب ہیں۔ اور آپ کی وجہ سے میں بھی اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اخلاص نصیب فرمائے۔ ہم اتوار کو جو ہمارا چھٹی کا دن ہے اس کو نیکی کے لئے قربان کرتے ہیں۔ یہ ہمارا آنا جانا سب قرآن کے لئے ہے۔ آج ایبٹ آباد سے بھی دوست تشریف لائے ہیں۔ ان کو قرآن، اللہ کا کلام اچھا لگتا ہے تب ہی تو آئے۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کو اجر و ثواب عطا فرمائے اور ہمارے اعمال میں برکت ڈالے۔ جیسا کہ میں ابتدائے سورۃ میں عرض کر چکا ہوں کہ سارے قرآن مجید میں چار قسم کے لوگوں کا ذکر ہے۔ پہلی دو قسم کا ذکر گذر چکا ہے۔ آج کی آیات میں تیسری قسم کے لوگوں کا بیان ہے۔ تیسری قسم کو سمجھنے کے لئے پہلے ایک بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے تین حصے ہیں۔ ایک زندگی آپؐ کی قبل از اعلانِ نبوت کی زندگی ہے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ

نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبوت کا اعلان فرمایا۔ اعلان نبوت کے بعد ۱۳ سال آپ مکہ مکرمہ میں رہے۔ اسے جناب کی مکی زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر دس سال آپؐ اس عالم ناسوت میں مدینہ منورہ رہے جسے آپؐ کی مدنی زندگی کہا جاتا ہے۔ مکی زندگی میں آپؐ کی ظاہری طور پر کوئی طاقت، شان و شوکت نہ تھی۔ چند ہی لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ وہ بھی ظاہر میں غریب قسم کے حضرت بلال اور صہیب رومی رضی اللہ عنہما جیسے یا ابوبکر صدیقؓ کہ باوجود مالدار ہونے کے انتہائی رحیم القلب تھے اور ان کے مزاج میں زیادہ نرمی پائی جاتی تھی۔ مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی اتنی طاقت نہ تھی۔ کہ اہل مکہ مسلمانوں سے مرعوب ہو کر درپردہ کوئی سازش اہل اسلام کے خلاف کرتے بلکہ دو ہی قسم کے لوگ پائے جاتے تھے۔ ایک تو وہ لوگ تھے جو پکے مسلمان تھے۔ جنہوں نے علی الاعلان اپنے ایمان کا اور اسلام کا اقرار کیا۔ ماریں کھائیں۔ طرح طرح کی ایذائیں دئے گئے۔ ان سے ترک موالات کیا گیا لیکن صاف کہہ دیا کہ ہم اللہ کو وحدہٗ لاشریک اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا سچا رسول مانتے ہیں پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں اس عقیدہ سے نہ ہٹا سکی۔ صحابہؓ کو ایسی ایسی تکالیف پہنچائی گئیں جن کو سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری قسم کے وہ لوگ تھے جنہوں نے ڈنکے کی چوٹ کہا کہ ہم اسلام کو نہیں مانتے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا طاقت ہے کہ ہمارا مقابلہ کر سکے۔ ایمان لاتے تو علی الاعلان، کفر کرتے تو بھی ظاہر۔ دو رخی پالیسی نہ تھی یہ نہیں تھا کہ دل میں کچھ اور ہو اور زبان پر کچھ اور ہو۔ اس طرح تو وہ کرتا ہے جسے کوئی ڈر ہو۔ ماتحت اپنے حاکم سے صاف بات نہیں کر سکتا کیونکہ اسے ڈر ہے کہ یہ میرا حاکم ہے۔ میری روٹی لگی ہوئی ہے میں نے کوئی ایسی بات کر دی جو اس کی مرضی کے خلاف ہوئی تو مجھے نکال دے گا لیکن اگر یہی ماتحت حاکم ہو تو وہی بات بلا روک ٹوک صاف کہہ دے گا کیونکہ اسے کسی کا ڈر نہیں۔ اسی طرح آپؐ کا وہ دور جو مکی زندگی سے منسوب کیا جاتا ہے اس میں آپؐ کے دو ہی قسم کے لوگ تھے۔ پکے مومن یا پکے کافر۔ تیسری قسم وہاں نہ تھی۔ لیکن جب آپؐ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں حالات اور تھے۔ یہاں آپ تھوڑی سی تاریخ سمجھ لیں۔ قرآن کا کوئی لفظ بھی سمجھ میں آ جائے تو سعادت ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ چند ہی رکوع اس طریقے پر عرض کروں کہ ان کی وجہ سے ہم پر سارا قرآن آسان ہو جائے۔ ہر آیت کی تھوڑی بہت تفصیل عرض کروں گا۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بزرگوں کے واسطہ سے مجھے سمجھائی ہے۔

مدینہ منورہ میں یہودیوں کی آبادی زیادہ تھی۔ مدینہ منورہ جس طرح اب شہر کی صورت میں موجود ہے۔ اُس وقت اس طرح نہ تھا بلکہ مختلف جگہوں پر چند گھر یہاں چند وہاں تھے۔ اس طرح لوگ آباد تھے۔ جس کو ہماری زبان میں "ڈھوک" کہا جاتا ہے۔ اس منتشر آبادی میں زیادہ لوگ یہود تھے۔ باقی لوگوں پر انہی کا تسلط تھا تو آپؐ کے تشریف لانے سے پہلے مدینہ کے یہودیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنا سردار عبداللہ ابن اُبی ابن سلول کو بنائیں جو اس سارے علاقے کا سردار کہلائے گا چنانچہ اس کی دستاربندی کا دن بھی مقرر ہو گیا۔ یہاں ضمناً طالب علموں کے لئے ایک علمی بات عرض کئے دیتا ہوں کہ طلباء یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ یہاں تو دو نام آتے ہیں ایک ابیّ اور ایک سلول۔ تو اس وجہ سے اُبیّ باپ کا نام ہوا اور سلول دادا کا۔ سلول اس کے دادا کا نام نہیں بلکہ ماں کا نام ہے۔ یعنی وہ عبداللہ جس کے باپ کا نام اُبیّ اور ماں کا نام سلول ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ یہودیوں نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ فلاں دن اسے بادشاہی کا تاج پہنایا جائے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر پورا باب بیان فرمایا ہے۔ اتنے میں آپؐ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ آپؐ کا آنا تھا کہ ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

کیفیت ہی بدل گئی لوگ مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔ یہود کی ساری سکیمیں فیل ہو گئیں۔ بادشاہ بنانے کا خیال ہی دلوں سے نکل گیا۔ اسی کش مکش میں بدر کا معرکہ پیش آیا جس میں چند سو مسلمان ہزاروں کافروں پر غالب آ گئے۔ دن بدن اسلام کو عروج حاصل ہونا شروع ہوا۔ یہاں آ کر ایک تیسری جماعت پیدا ہو گئی جسے منافق کہا گیا۔ یہ جماعت مکہ میں نہ تھی۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے مرعوب ہو کر بنی۔ نفق کہتے ہیں سرنگ لگانے کو۔ نافقاء جنگلی چوہے کے سوراخ کو کہتے ہیں جس کے دو منہ ہوتے ہیں کہ کسی کے حملہ سے بچنے کے لئے ایک سوراخ سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جاتا ہے اسی طرح منافق کے بھی دو منہ ہوتے ہیں۔ آپؐ نے منافق کو ذو وجہین بھی فرمایا۔ دل میں اور، زبان پر اور۔ اس طبقے نے اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ جنگ اُحد میں آپؐ کے دانت مبارک شہید کرائے ستر صحابہ کرامؓ شہید کرائے۔ آپؐ کی شہادت کی خبر اُڑا دی۔ عین لڑائی میں منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی اپنے تین سو رضا کار لے کر میدان جنگ سے بھاگ آیا تاکہ باقی مسلمانوں پر بُرا اثر پڑے۔ بہرحال جو کچھ ہوا سیرت کی کتابوں میں سب کچھ موجود ہے قرآن کریم نے یہاں بھی اشارۃً ان کی نشاندہی فرمائی۔ دوسری جگہ سورۂ منافقون میں پورے طور پر ان کے اخلاق، اعمال، عقائد، نظریات بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کئے۔ تاکہ مسلمان ان کے دجل و فریب سے ہوشیار رہیں۔ اس منافقانہ زندگی کو سمجھنے کے لئے وہاں پوری تفصیل ہے۔ اس لئے قرآن کا ایک حصہ دیکھ کر یا ایک آیت کو دیکھ کر فیصلہ نہ کیا جائے۔ ایک آیت کی تفصیل دوسری جگہ موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح ان کی پوری حقیقت وہاں آتی ہے۔ انہوں نے کس طرح منافقت کا جال بچھایا۔ مثلاً فرمایا اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ اے میرے حبیبؐ! جب آپؐ کے پاس یہ دو رُخے لوگ آتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں۔ دیکھئے کتنی بڑی بات کرتے۔ ہم کیا کہتے ہیں؟ ہم۔ گواہی ... دیتے ہیں! کس بات کی۔ اِنَّكَ بے شک آپ، دوسری بات کیا ہے، اِنَّ حرف تاکید۔ کیا ہیں؟ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ، پھر، لام، تاکید پر، یقینی طور پر اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے میرے حبیب! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ نہ بھی کہیں تو بھی آپ میرے رسول ہیں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ لیکن وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ اللہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔ یہ جو زبان سے کہہ رہے ہیں دل سے اس کے مخالف ہیں۔ منہ سے کیوں کہتے ہیں۔ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

اِنَّھُمۡ سَآءَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہُوا ہے۔ تاکہ حملوں سے بچے رہیں ۔ دل سے اسلام کے خلاف ہیں ۔آگے چل کر فرمایا۔ وَ اِذَا رَاَیۡتَھُمۡ تُعۡجِبُکَ اَجۡسَامُھُمۡ اے میرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ نفاق میں اس قدر گہرے ہیں کہ جب آپؐ ان کو دیکھیں آپؐ کو بھی ان کی بدنی ساخت تعجب میں ڈال دے۔ وَ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِھِمۡ کَاَنَّھُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ ط اور جب بات کرتے ہیں تو ایسی چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں کہ آپؐ کان لگا کر سنتے ہیں حالانکہ وہ پکے مخالف ہیں آپؐ کے، آپؐ کے مشن کے، آپؐ کے نظریات کے ۔ اللہ ان کو مارے انہوں نے کیا ڈھنگ اختیار کیا ہُوا ہے۔ وہاں ان اجمالی آیات کی پوری تفصیل موجود ہے ۔یہاں فرمایا۔ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی لوگ ہیں ۔ ایمان والوں سے نہیں بلکہ لوگوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں ۔ مَنۡ یَّقُوۡلُ جو زبان سے یہ کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۔ ہم بھی ایمان لاچکے ہیں اللہ پر اور آخری دن پر۔ یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ صرف ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر کا ذکر فرمایا۔ کیا آپؐ پر ایمان لانا ضروری نہیں ! تو جیسے میں نے پہلے منافقوں کا قول نقل کیا ہے ۔ دوسری جگہ ہے کہ وہ رسالت کا بھی اقرار کرتے قَالُوۡا نَشۡھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُ اللّٰہِ ۔یہاں اجمالی طور پر بیان ہے ورنہ وہ سب عقائد کا اقرار کرتے تھے۔ جیسے فرمایا کہ وہ کہتے ہیں ۔ہم اللہ کو اور قیامت کو مانتے ہیں لیکن حقیقت کیا ہے ۔ وَ مَا ھُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ط حالانکہ وہ ایماندار نہیں ۔یا اللہ پھر کہتے کیوں ہیں؟ سامنے کہہ دیں ۔نہیں مانتے ۔ یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰہَ دھوکہ دینا چاہتے ہیں اللہ تعالےٰ کو ۔ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اور ایمان والوں کو وہ یہ کہہ کر دھوکہ دینا چاہتے ہیں اللہ تعالےٰ کو اور ایمانداروں کو، اندرونی سازشیں کر کے اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں وَ مَا یَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَھُمۡ حالانکہ وہ دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو ــــ یہاں دو تین باتیں میرے اور آپ کے سمجھنے کے قابل ہیں ، طالب علم ہونے کی حیثیت سے ۔ یہاں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں اللہ تعالےٰ کو اور ایمان والوں کو ــ یہاں چھوٹا سا سوال پیدا ہوتا ہے ۔ دھوکہ تو وہ ذات کھاتی ہے جو ظاہر و باطن سے ناواقف ہو ۔ اللہ تعالےٰ تو عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ہیں ۔ اللہ تعالےٰ تو دل کی باتوں کو بھی جانتے ہیں ۔ اسی لئے قیامت کے دن اللہ تعالےٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائینگے اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَ اُمِّیَ اِلٰھَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ۔ اے عیسیٰؑ کیا تُو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے مقابلے میں خدا مان لینا ۔ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ کیا تو نے کہا تھا ۔ قَالَ سُبۡحٰنَکَ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِحَقٍّ ط اِنۡ کُنۡتُ قُلۡتُہٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَہٗ تَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِیۡ وَ لَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِکَ ۔ اے میرے اللہ ! زبان سے کہنا تو بجائے خود رہا میرے دل میں بھی ایسی بات کا خیال تک نہیں آیا ۔ دل میں بھی ارادہ نہیں کیا دھوکہ تو وہ کھائے جو دل کی بات نہ جانتا ہو ۔ اس لئے اس کے تین ترجمے ہوئے ــــ

۱۔ دھوکہ دینا چاہتے ہیں اپنے خیال میں اللہ تعالیٰ کو اور ایمانداروں کو، جس طرح ہم گناہ کرتے ہیں ۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھتا ۔چھپ کر کرتے ہیں، اپنے خیال میں، ہم اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ نے پیش بندی فرما دی، دنیا کی کوئی طاقت ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اور شاید اللہ کی نظروں سے بھی اوجھل ہو جائیں ۔ اگر اللہ تعالےٰ کی ذات کا فکر اور خیال ہوتا کہ اللہ تعالےٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں، تو ہم گناہ کیوں کرتے ۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو جو بظاہر سادہ طبیعت تھے، خلافت دے دی تو باقی مریدوں نے اعتراض کی شکل میں آپس میں بات چیت کی ۔ ہم اتنی ریاضتیں، اتنے مجاہدے کرتے ہیں روز چلّے نکال نکال کر تھک گئے ہیں ۔ اور یہ رات دن حضرت کے پاس بیٹھا رہتا ہے کبھی پاؤں دباتا ہے، کبھی سر دباتا ہے ۔ حضرت تک بات پہنچ گئی کہ انہوں نے یوں میٹھی زبان میں حضرت کے پاس شکوہ کیا۔ حضرت نے ہر ایک کو ایک ایک چھری اور ایک ایک مرغی دی اور فرمایا جاؤ ذبح کر کے لاؤ لیکن ایسے مقام پر جہاں کوئی نہ دیکھ پائے ۔ اور اس کو بھی دی جس کو حضرت نے خلافت دی تھی اسے بھی یہی فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد سارے ذبح کر کے لے آئے ۔کسی نے کہا میں نے دیوار کے پیچھے ذبح کی ہے ۔کسی نے کہا غسل خانے میں ۔غرض چھپ چھپا کر سارے ذبح کر لائے ۔ مگر وہ سادہ لوح چھری اور مرغی زندہ لئے ہوئے واپس آگئے ۔سب نے کہا ۔ لو ! جسے کوئی جگہ نہ ملی کہ جہاں مرغی ذبح کر کے لاتا اسے حضرت نے خلافت دے دی ۔ یہ سب اپنی جگہ خوش تھے ۔ کہ ہم نے حضرت کا حکم بجا لایا ۔لیکن

ع　　دل را بدل رہیست

وہ سمجھ گیا کہ حضرت نے یہ جو فرمایا کہ جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو ۔ اس میں بھی کوئی راز ہے ۔حضرت نے فرمایا ۔ اللہ کے بندے ! تجھے کوئی ایسی جگہ نہ ملی کہ جہاں پر دیکھنے والا کوئی نہ ہوتا ۔ عرض کی حضرت میں جہاں بھی گیا رب العالمین کی ذات کو حاضر پایا۔ پھر میں کس طرح ذبح کرتا آپ نے جو فرمایا کہ جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو اس لئے نہ ذبح کی ۔حضرت نے فرمایا دوسروں کو ۔ کچھ سمجھے ؟ اسے تو مقام شہود حاصل ہو چکا ہے ۔ چلتے، پھرتے، اُٹھتے، بیٹھتے ۔ خدا کے سامنے اپنے آپ کو سمجھتا ہے ۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے میری امّت کے انسانو ! تم خداوند قدوس کو اس طرح سمجھو کہ اس کا جلال اور جمال ہر وقت تمہارے سامنے جلوہ گر ہے ۔ ہر مصیبت سے تم محفوظ رہوگے ۔ تو دھوکا دینے کا مفہوم یہ ہے ۔ ان کا خیال ہے کہ ہم دھوکا دے رہے ہیں اللہ تعالےٰ کو ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی سے دھوکا نہیں کھاتے ۔ اور دھوکا دیتے ہیں مسلمانوں کو ۔ تو مسلمانوں کو دھوکا دینا گویا دین کو دھوکا دینا ہے اور دین کو دھوکا دینا گویا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اللہ تعالےٰ کو دھوکا دینا ہے ۔ وَمَا یَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَھُمۡ اور وہ دھوکا نہیں دے رہے مگر اپنے آپ کو ۔ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ ط اور وہ نہیں سمجھتے (کہ ہم کسے دھوکا دے رہے ہیں) دھوکا اپنے آپ کو دے رہے ہیں ۔ خود کو جہنمی بنا رہے ہیں ۔ اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں ۔ اس کی موٹی سی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ کوئی بیمار اپنے کسی معالج، ڈاکٹر یا حکیم کے پاس آئے ۔ ڈاکٹر صاحب اس سے پوچھیں کیوں بھائی ! رات کو کھانسی آئی تھی ۔

جی نہیں۔ مَیں نے تو ساری رات آرام سے نیند کی۔ حالانکہ ساری رات کھانستا رہا۔ بخار تو نہ تھا؟ جی مَیں نے تھرمامیٹر لگایا بالکل نہیں تھا، گویا کبھی بخار ہوا ہی نہیں۔ اب طبیعت کیسی ہے؟ کوئی بوجھ تو نہیں۔ جی نہیں مَیں تو اپنے آپ کو اچھا پاتا ہوں۔ واپسی پر اپنے آپ سے یہ کہتا ہے۔ دیکھو جی۔ کیسا ڈھنگ کیا۔ بات پتہ بھی نہ لگنے دی ۔۔۔ تو سوچیئے کہ وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہا ہے یا ڈاکٹر، حکیم یا معالج کو۔ حالانکہ اس کو ساری رات بخار رہا۔ لیکن معالج کے سامنے اپنی حالت پیش نہیں کرتا۔ کہ وہ اسے کوئی دوائی دے تاکہ اس کو صحت حاصل ہو۔ آج ہم میں بھی اکثریت ان لوگوں کی ہے جو صوفیائے عظام سے "جن کو ہم اپنی زبان میں پیر صاحب کہتے ہیں" بیعت دنیاوی مفاد کے لئے ہوتے ہیں۔ بیعت کا مفہوم تربیت ہے۔ کہ مرید اپنی بیماریاں اپنے شیخ کے حضور بیان کرے۔ اور شیخ ان کی اصلاح فرمائے۔ شیخ کا مقام بہت اونچا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے اکابر میں سے ہیں جو قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ سلسلہ امدادیہ کے بانی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مرید کو یہ چاہیئے کہ وہ یقین کرے۔ کہ اس وقت میرے شیخ سے ساری دنیا میں کوئی انسان اونچے مرتبہ کا نہیں۔ اپنے آپ کو اس کے حوالے کرے اور اس یقین کے ساتھ کہ اس وقت اس کے دَور میں اس کے مقام کا کوئی انسان نہیں اگرچہ خارج میں موجود ہو۔ تب ہی شیخ سے کچھ حاصل ہوگا۔ باقی سب کی بھی عزت کرے۔ لیکن اسے اگر کچھ ملے گا تو صرف اپنے ہی شیخ سے۔ وہ رحمت جو اللہ تعالےٰ اسے دینا چاہتے ہیں شیخ کے ذریعہ عطا فرمائیں گے دیکھئے۔ ایک آدمی کا باپ ایسا ہو جو لنگڑا بھی ہو۔ اس کے منہ پر چیچک کے داغ ہوں۔ رنگ بھی کالا ہو۔ نسب میں بھی کم ہو اور اس کے مقابلہ میں اس کا پڑوسی مالدار، خوبصورت، اچھی صحت والا، بدنی لحاظ سے قوی ہے۔ ریڈیو بھی سنتا ہے۔ کوٹھیوں، بلڈنگوں والا ہے۔ بیٹے کے لئے کیا مناسب ہے۔ اپنے غریب باپ کو اچھا سمجھے یا اس امیر پڑوسی کو؟ نیک بیٹے ہمیشہ اپنے والد اپنے شیخ کو سب سے اونچا تصوّر کرتے ہیں ویسے ادب سب کا کرتے ہیں۔ کیونکہ بیٹے کو اگر کچھ ملنا ہے تو اپنے باپ کی جائداد سے نہ کہ غیر سے۔ بھائی! اگر مجھے کچھ ملیگا تو اپنے باپ کی جائداد سے رحمۃ اللہ علیہ۔ اللہ تعالےٰ ان کی قبر کو پُر نور فرمائے۔ اللہ اللہ تعالےٰ سب کے والدین، خویش و اقارب، احباب کو بخشے اور جن کے والدین زندہ ہیں اللہ تعالےٰ ان کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مرید کو اگر کچھ ملے گا تو شیخ کے حصہ سے۔ بھائی یہ سب درس قرآن ہے ۔۔۔ سو بیعت کیا ہوتی ہے؟ اور کیا اس کی بھی ضرورت ہے؟ تو بھائی یہ بھی ایک علم ہے تربیت ایک کورس ہے۔ جس طرح دنیاوی کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے کرتے ہیں یا درس نظامی میں قاضی مبارک، حمداللہ وغیرہ پڑھائی جاتی ہیں۔ لیکن علم اس وقت مفید ہے جب علم کے ساتھ عمل بھی ہو۔ تربیت بھی ہو۔ ساتھ یہ کورس بھی کرایا جائے۔ رومیؒ نے فرمایا ؎

علم را بر تن زنی مارے بوَد
علم را بر جاں زنی یارے بوَد

اگر علم کو بدن پر مار دیا۔ کتابیں پڑھ لیں، سندیں حاصل کر لیں اور روپے، دنیا سمیٹنے لگ گئے تو یہ علم تمہارے لئے سانپ بن جائے گا۔ اور اگر علم کو روح پر ڈالا۔ علم کی برکت سے عمل کی زندگی اختیار کی۔ تو یہ علم تمہارے لئے تمہاری نجات کا سبب بن جائے گا۔ حضرت مدنیؒ، حضرت لاہوریؒ، حضرت رائپوریؒ ان بزرگوں نے علم کو جان پر مارا۔ دنیا میں بھی رب کو راضی رکھا۔ آخرت کے درجوں سے بھی نوازے گئے اور لاکھوں انسانوں کو تباہی کے گھاٹ سے بچا گئے۔ دین کا نام روشن کیا۔ خداوند تعالیٰ ان کے ناموں کو بھی زندہ رکھیں گے۔ علم سے کاریں لے لیں۔ بلند عمارتیں تعمیر کر لیں۔ شاندار محل کوٹھیاں بنا لیں۔ کر و فر بنا لی۔ ٹھیک ہے لیکن وہ مقام جو قرب ربوبیت سے ملتا ہے۔ اس سے تو محروم ہو گئے۔ آج کے اس دَور میں بیعت کی بڑی سخت ضرورت ہے۔ ہم بڑے کمزور ہیں۔ ہمیں تو قدم قدم پر راہنمائی کی ضرورت ہے۔ ہم تو بھائی شیخ کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ شیخ کے ہوتے ہوئے ڈگمگا جاتے ہیں نہ ہو تو پھر کیا حال ہو۔ یہ تو بھائی وہ زمانہ ہے جس کے متعلق حضرت شیخ لاہوری نوراللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے۔ دنیا والو! تم کہتے ہو بینا سارے، نابینا کوئی کوئی۔ مَیں کہتا ہوں نابینا سارے، بینا کوئی کوئی۔ یعنی تم کہتے ہو کہ آنکھوں والے بہت ہیں اور اور اندھا کوئی ایک آدھ ہوتا ہے۔ لیکن میرے نزدیک سارے اندھے ہیں کوئی کوئی آنکھوں والا ہے۔ حضرتؒ کے ملفوظات میں ہے۔ مَیں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ اللہ مجھے بچاتے۔ مَیں تو خود گنہگار ہوں۔ خواہ دنیاوی علوم ہوں یا دینی علوم ہوں۔ نفس علم کوئی چیز نہیں۔ علم کو عمل میں لانا اصل چیز ہے یہ شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے آتا ہے۔ پھر مرید شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ شیخ پوچھے گا۔ کیوں بھائی نماز پڑھتے ہو؟ جی پڑھتا ہوں۔ جماعت کے ساتھ پڑھتے ہو؟ جی ہاں۔ لیکن کبھی کبھی رہ جاتی ہے۔ شیخ فرمائیں گے۔ یوں کیا کرو۔ یوں کیا کرو۔ مرید بیماریاں بتائے گا۔ اور شیخ ان کی اصلاح کا طریقہ بتلائے گا۔ پیر کا مطلب تو یہ تھا۔ لیکن ہم یہاں بھی دنیا کو مدِّ نظر رکھتے ہیں ۔۔۔ بیعت ہو گئے۔ کہیں سال، چھ مہینے کے بعد چکّر لگایا۔ پیر صاحب کے لئے کچھ گھی لے گئے۔ سو روپیہ نذرانہ پیش کر دیا۔ نہ پیر صاحب نے پوچھا میرے مرید! تمہاری دینی حالت کیسی ہے اور نہ ہی مرید نے اپنی حالت بتانے کی زحمت گوارا کی۔

استاد، کلاس ٹیچر، پروفیسر، مدرسہ کے معلّم سے علم حاصل کیا جائے۔ مدارس، سکولز، کالجز کا چکّر لگانا، بلڈنگوں کی زیارت تو مقصود نہیں۔ اسی طرح شیخ سے ہدایت حاصل کرنا اور پھر عمل کرنا اور زندگی کو اس کی اتباع میں گذارنا مقصود ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی مرید نے لکھا۔ حضرت! جی چاہتا ہے کہ آپ کی صحبت کروں۔ مگر فاصلہ بہت کافی ہے۔ صحبت اچھی چیز ہے۔ جب عمل پیدا ہو۔ عمل نہ پیدا ہو تو چراغ کے پاس آنکھیں بند کر کے بیٹھنے والے کو کہاں روشنی نظر آئے گی۔ حضرتؒ نے اسے بڑا بہتر جواب ارشاد فرمایا ؎

چوں بامنی در یمنی نزد منی
چوں بے منی نزد منی در یمنی

اے میرے مرید! اگر تُو میری ہدایت پر عمل کرتا ہے تو میرے پاس ہے۔ اگرچہ یمن میں ہو۔ اور اگر میری بات نہیں مانتا تو میرے پاس بیٹھا بھی یہی سمجھ کہ تُو یمن میں ہے۔ (باقی آئندہ)

---

چمن قرآن ہے ہر لفظ گل ہے
نہاں ہر گل میں ہے بوئے محمدؐ
محمدؐ پھول ہیں واعظ صبا ہیں
کہ پھیلاتے پھریں بوئے محمدؐ

# ذکرُ اللہ

محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل بہاولپور

قرآن شریف میں ہے کہ بلاشبہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے اور دن رات کے مختلف ہونے میں سمجھ دار لوگوں کے لئے خدا کی قدرت کے نشان ہیں۔ جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اور زمین و آسمان کی پیدائش میں غور کرتے ہیں (گویا کائنات میں غور کرنا بھی عبادت ہے)

(سورۂ آلِ عمران پارہ ۴ آیت ۱۹۰-۱۹۱)

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

امن تو درکنار اللہ تعالےٰ تو میدانِ جنگ میں بھی اپنی یاد رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ مولا کریم نے فرمایا ہے:-

"اے ایمان والو! جب تمہاری جنگ کسی (کافر) فوج سے ہو تو ڈٹ کر مقابلہ کرو اور اللہ تعالےٰ کو خوب یاد کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔ (تلوار اور تکبیر کا منظر بدر و حنین، خندق و تبوک اور احد کی جنگوں میں خوب ملتا ہے) سورۂ انفال پ ۱۰ - آیت ۴۵۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک طرف بے سروسامانی اور معمولی ہتھیاروں کے ساتھ نکلتے ہیں اور کثرت کے مقابلہ میں اپنی قلت کی پروا نہیں کرتے اور میدانِ جنگ میں اُتر آتے ہیں۔ صف بندی سے شمشیر بکف ہونے کے بعد سر بسجود بھی ہوتے ہیں اور اس وقت تک سر نہیں اٹھاتے جب تک کہ فتح کی خوشخبری جبریل امین سے نہیں سن پاتے۔

ایک حدیث شریف کا حوالہ ہے۔ کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کرنے والوں کو ڈھونڈتی رہتی ہے۔ جہاں ذاکر لوگ مل جاتے ہیں تو فرشتے دوسروں کو بھی بلا لیتے ہیں۔ وہ سب فرشتے جمع ہو کر اہل مجلس کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور اس طرح عرش تک پھیل جاتے ہیں جب وہ فرشتے خدا کے حضور جاتے ہیں۔ تو خدا پوچھتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے تھے۔ جواب ملتا ہے کہ اے خدایا! تیرے بندے تیری حمد و ثناء اور ذکر و فکر اور تسبیح و تحمید میں مصروف تھے۔ خدا پوچھتا ہے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے فرشتے نفی میں جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بن دیکھے تجھے یاد کرتے ہیں۔ اگر دیکھ لیں تو زیادہ یاد کریں۔ پھر خدا پوچھتا ہے کہ میرے بندے مجھ سے کیا مانگتے تھے؟ جواب ملتا ہے کہ بہشت کی طلب کرتے تھے۔ حالانکہ جنّت انہوں نے دیکھی نہیں۔ اگر دیکھ لیتے تو جنّت کی خواہش میں مزید عبادت کرتے۔

مزید سوال پر فرشتے جواب دیتے ہیں کہ تیرے بندے دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں حالانکہ انہوں نے دوزخ دیکھی نہیں۔ اگر دیکھ لیں تو ڈر کے مارے اور پناہ مانگیں اور نیکی زیادہ کریں۔ اللہ تبارک و تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم سب گواہ ہو جاؤ۔ کہ مَیں نے ان سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ پوچھتا ہے کہ خدایا ایک گنہگار آدمی یونہی جاتے جاتے کھڑا ہو گیا تھا۔ ورنہ ان میں شامل نہ تھا۔ خداوند کریم فرماتے ہیں۔ اس مجلس کی برکت سے مَیں نے اسے بھی معاف کر دیا ہے۔ سبحان اللہ!

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کے گمان کے مطابق یاد کرتا ہے۔ بندہ پوشیدہ یاد کرے تو خدا بھی پوشیدہ یاد کرتا ہے۔ مجلس میں یاد کرے تو اللہ بھی اسے فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا ہے۔ اکیلا یاد کرے تو اللہ بھی اکیلا ہی یاد کرتا ہے یہ بھی اللہ ہی کا احسان ہے کہ اپنے بندے کے دل میں اپنی یاد ڈال دے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ مال تقسیم کرنے والے سے خدا کا ذکر کرنے والا افضل ہے۔ اور یہی ذکر اُس کی فضیلت کا باعث ہوتا ہے۔

ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر دنیاوی بکواس اور بیہودہ گوئی سے بچ کر اللہ کی یاد کرنے والے نمبر لے گئے۔ مزید فرمایا۔ چار چیزیں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہیں۔ خدا کا ذکر کرنے والی زبان، شکر گزار دل، صبر کرنے والا بدن اور نفس اور مال کی حفاظت کرنے والی بیوی۔ ایک اور جگہ فرمایا کہ ایک ہی چیز پلّے باندھ کہ تیری زبان ہمیشہ تر رہے۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنّت کے باغیچہ سے گذرو تو کچھ کھا پی لیا کرو۔ پوچھا وہ کون سے باغیچے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا مساجد مجالسِ ذکر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات قسم کے شخص خدا کے سایہ میں ہوں گے۔ منجملہ ان کے ایک وہ شخص جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا۔ اور اس کے آنسو بہہ پڑے۔ مزید لوگ یہ ہیں۔ انصاف کرنے والا بادشاہ۔ صالح جوان۔ مسجد سے لو لگانے والا۔ اللہ کے لئے محبت اور جدائی کرنے والے اور خدا کے ڈر سے گناہ سے بچنے والے اور پوشیدہ صدقہ دینے والے۔ جو خدا کو یاد کرتا ہے وہ زندہ دوسرا مُردہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

یادِ خدا میں سونے والا سویا ہوا بھی عابد و ذاکر شمار ہوتا ہے۔ اور سنئے۔ صبح کی نماز با جماعت پڑھنے اور خدا کی یاد والے کو حج اور عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اس کے لئے جنّت واجب ہو جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ذاکرین کی مجلس پر اللہ کی رحمت برستی ہے اور اطمینان نازل ہوتا ہے۔ اور جو خدا کو یاد کرتے ہیں خداوند کریم ان کو اپنی مجلس میں یعنی فرشتوں میں یاد فرماتا ہے۔ دوسرے الفاظ سے یوں بھی ظاہر ہے کہ خدا کی یاد کا یوں بھی فائدہ ہے کہ خداوند کریم لوگوں کے دلوں میں ذاکر کی عزت بڑھا دیتا ہے اور فرشتے اس کی نیکی کا چرچا کرتے پھرتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ فخر کیساتھ خدا ذکر کی مجلس کے افراد کو بخش دیتا ہے۔

ایمان دار کی نشانی یہی ہے کہ جب ان کے سامنے خدا کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ جب آیاتِ قرآنی ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان تازہ

باقی صـ۱۷ـ پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# درس حدیث

: علامہ مفتی جمیل احمد تھانوی

اس دنیا میں ہر انسان کی زندگی دو تعلقوں میں وابستہ ہے ایک حق تعالےٰ سے بندہ ومعبود اور مخلوق وخالق ہونے کا دوسرا مخلوق، مخلوق باہم انسانوں کا انسانوں سے" ان دونوں تعلقات میں شرافت ونیکی کو بر سر کار لانے کے لئے خدا اور رسول کے عطا فرماتے ہوئے اصول ہیں جنکو اور مخلوق کے اصول سے وہی مرتبہ حاصل ہونا ضروری ہے جو خود خالق کو مخلوق سے حاصل ہے۔

خدا تعالےٰ سے جو تعلق ہے اول تو اس کو مخلوق کے تعلق سے فضیلت حاصل ہونا ظاہر ہے دوسرے وہ ہمیشہ ہر جگہ ہر حیثیت میں ہونے کا تعلق ہے انسان کا تعلق تو وہیں ہے جہاں دوسرے انسان موجود ہوں۔ تنہا آدمی کسی دُور دراز جنگل یا پہاڑ میں رہتا ہو تو نہ اس کو یہ تعلق حاصل، نہ ہو سکے اصول کی حاجت۔ اس لئے قسم اوّل اہم ومقدم ہے پہلی قسم کو حقوق الودود دوسری کو حقوق العباد کہتے ہیں اوّل کے لئے عقائد عبادات اور دوم کے لئے معاملات وسیاسیات اور معاشرت واخلاق کے اصول عطا فرمائے گئے ہیں'

اعتقادات وعبادات اور معاملات وسیاسیات کے احکام میں باریکیاں بڑے دلائل واختلافات بھی ہیں ان کو تو سبقًا سبقًا پڑھنے یاد کرنے اور عمل میں لانے کی ضرورت ہے لیکن معاشرتُ اخلاق کے احکام میں یا اختلاف ہے ہی نہیں یا کم ہے وہ آسانی سے پڑھے۔ اور عمل میں لائے جا سکتے ہیں اس وقت وہی پیش ہیں اگر توفیق الٰہی نے دستگیری کی تو شائد کسی وقت حقوق اللہ اور باقی حقوق العباد پر بھی کچھ پیش کیا جائے آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

اخلاق ومعاشرت کے لئے شارح بخاری حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب بلوغ المرام کے آخری ابواب بعنوان کتاب الجامع کی حدیثیں مع زیر زبر حرکات وحل الفاظ ترجمہ وشرح و احکام فقہیہ پیش کی جا رہی ہیں اور ہر حدیث کے مضمون کو عنوان میں بھی دے دیا گیا ہے چونکہ مصنفؒ نے سندوں سے صرف صحابی کا ذکر کیا ہے تو ان صحابی کا حال اور جن جن کتابوں سے مصنفؒ نے حدیثیں لی ہیں ان کا حال بھی درج کر دیا گیا ہے اوّل مرتبہ ذکر ہے بعد میں نمبر باب وحدیث کا حوالہ دیا ہے۔

شروع میں بطور مقدمہ مختصر مختصر طریق سے ضرورت حدیث، مفہوم حدیث، اقسام حدیث مع احکام اور حالات مصنف وخصوصیات کتاب بھی درج ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک توفیق دیں۔

## علم حدیث

۱ حق تعالےٰ کا ارشاد ہے فَلاَ وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ("تو نہیں آپ کے رب کی قسم نہیں لوگ ایماندار ہو سکتے جب تک کہ باہم اختلاف میں آپ کو حاکم نہ بنا لیں۔ پھر آپ جو فیصلہ دیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پوری طرح اس کو مان نہ لیں) لہٰذا حضور کا فرمایا ہوا نہ ماننا۔ اس سے دل میں تنگی پانا اور فرمانبرداری نہ کرنا ایمان کے خلاف طریقہ ہے۔

۲ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (اے ایمان والو اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو) حضور کے حکم ماننے کا حکم ہے۔ یہ فرض ہے اس کے خلاف کرنا حرام ہے۔

۳ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (ہم نے رسول اسی واسطے بھیجے ہیں کہ خدا کے حکم کی وجہ سے ان کی اطاعت کی جاتے) خدا تعالےٰ کا حکم ہی ہر رسول کی فرمانبرداری کا ہے۔

۴ وَمَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (اور جس نے رسول کی فرمانبرداری کی تو اس نے اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری خدا کی فرمانبرداری ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ رسول کی نافرمانی خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

۵ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (تو تم اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ) جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا فرض ان کے ارشادات کا ماننا فرض تعمیل کرنا فرض۔ اسی طرح رسول پر ایمان تسلیم وتعمیل فرض'۔

۶ وَمَا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ - ) اور ہم نے صرف اسی لئے قرآن مجید آپ پر نازل کیا ہے کہ ان احکام کو جو لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں کھول کھول بیان کر دیں) لہٰذا حضور کے بیانات سے ہی قرآنی احکامات کی وضاحت ہے اور وہی وضاحت خود قرآن کا حکم ہے اس سے منہ پھیرنا قرآن سے منہ پھیرنا ہے نماز کا حکم اور پھر حضور کی قولی وفعلی توضیحات وغیرہ۔

۷ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا - جو کچھ تم کو رسول دیں لے لو جس سے روکیں رک جاؤ چاہے مال ہو یا حکم۔

۸ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں عمدہ نمونہ ہے) اس لئے حضور کے ہر فعل تک کا اتباع لازمی ہے۔

اور یہ احکام قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ہیں اور خدا تعالیٰ کو علم ہے کہ آخر زمانہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوالُ افعال کس کس طرح پہنچیں گے۔ پھر بھی تمام مسلمانوں پر فرض قرار دینا اس کی دلیل ہے کہ جس جس طرح بھی ان تک پہنچ رہے ہیں ان پر ان کی ہی تعمیل فرض ولازم ہے۔

## مفہوم واقسام مع احکام

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور فعل اور تقریر یعنی کسی کام کو ہوتے دیکھ کر منع نہ فرمانا حدیث یا خبر یا سنت ہے کیونکہ حضور کا منع نہ فرمانا جواز کی دلیل ہے ورنہ منصب تبلیغ کے خلاف ہوگا۔ اور تبعًا حضرات صحابہ و تابعین کا بھی قول وفعل وتقریر حدیث شمار کرکے ذکر کیا جاتا ہے بعد میں درجہ بدرجہ وہی دلیل ہیں۔

چونکہ یہ ارشادات وافعال وتقریرات سب نقلی ہیں اور دنیا بھر میں نقلی امور کے ایسے ثبوت کے لئے ایسی پختہ دلیل جس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو سکے صرف ایک ہی دلیل ہے۔ تواتُر یعنی اول سے آخر تک اس کو بیان کرنے والے ہر ہر زمانہ میں اس قدر کثیر تعداد میں ہوں کہ عقل ان کے جھوٹا ہونے کو محال سمجھے ان تمام شہروں حکومتوں اور ایجادات

وغیرہ کا یقین جن کو ہم نے نہیں دیکھا ہے۔ مگر ابتدا سے اب تک ان کو بے انتہا نقل کرنے والے ہیں ہر شخص کو اسی دلیل سے حاصل ہے اور کوئی فرد بشر اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ ساری دنیا اس کو یقینی وصل مانتی ہے بلکہ کسی کا انکار کرنا خود اس کی بے عقلی کی دلیل ہو جاتا ہے۔

جو حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سے نقل ہو کر آتی ہے وہ متواتر ہے اس کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا لہذا آیات مذکورہ بالا سے اس پر عمل کرنا فرض ہے خلاف کرنا فسق و فجور اور اس کا انکار کرنا یا اس کو دلیل نہ ماننا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

جو حدیث صحابہ میں تو اس قدر تعداد سے نہیں مگر تابعین سے آج تک اسی قدر راویوں سے آرہی ہے وہ حدیث مشہور کہلاتی ہے چونکہ باتفاق امت حضرات صحابہ سب کے سب معتبر ہیں اور قرآن و حدیث نے ان کے معتبر ہونے پر مہر لگا دی ہے اس لئے اس حدیث کا درجہ بھی حدیث متواتر کی طرح ہے۔ کہ عمل فرض اور انکار کفر ہے ان دونوں میں راویوں کے صحیح و ضعیف ہونے سے بحث نہیں کی جاتی کیونکہ اس قدر کثیر تعداد میں تو ہر قسم کے ہی راوی ہوتے ہیں اور ساری دنیا کا تسلیم شدہ ہے کہ اس قدر کی بات یقینی ہی ہوتی ہے۔ گو کوئی کوئی ناقابل اعتبار بھی ہو جبکہ خود معتبر لوگ بے انتہا ہیں اس لیے کسی ایک راوی کی کمزوری کا اثر اس پر نہیں آسکتا۔

اگر راویوں کے سلسلہ میں کہیں صرف دو دو ہی رہ جائیں تو وہ عزیز اور کہیں ایک ہی رہ جائے تو وہ غریب کہلاتی ہے اور یہ دونوں خبر واحد ہیں جن پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اگر صحیح ہوں ؛ اب راویوں کو دیکھنا ہو گا اگر حدیث کے سب راوی عادل یعنی کبیرہ گناہوں سے اور سبکی کی حرکتوں سے پاک اور پورے ضبط و حفظ رکھنے والے ہوں کہ جب پوچھا جائے فوراً بتا سکتے ہوں یا لکھ رکھنے والے ہوں ان میں یہ سند مسلسل و متصل ہو کہ درمیان میں کوئی رہا ہوا نہ ہو اور شاذ یعنی تنہا ہوتے ہوئے اپنے سے زیادہ معتبر کی حدیث کے خلاف نہ بیان کرتا ہو تو یہ حدیث صحیح ہے۔

اگر ان پانچوں شرطوں میں سے ہر شرط پوری کامل پائی جاتی ہے تو وہ صحیح الذاتہ ہے۔ اور اگر کچھ کمی ہے تو پھر اگر یہ کمی دوسری سندوں سے روایت ہونے کی وجہ سے مکافات پا گئی ہے تو صحیح لغیرہ ہوگی۔ اگر صرف حافظہ کی کمی تھی اور سب شرطیں کامل ہیں تو حسن لذاتہ ہے اور اگر یہ شرطیں سب یا کچھ کم یا فوت ہو گئیں مگر اور سندوں سے بھی یہ روایت آرہی ہے اور اس کمزوری کی تلافی ہو رہی ہے تو وہ حسن لغیرہ ہے اگر یہ تلافی نہ ہو تو پھر وہ ضعیف ہے جو احکام میں معتبر نہیں فضائل میں معتبر ہے۔

اور اگر خود راوی کے اقرار سے حدیث میں کذب ثابت ہو جائے یا قرائن قویہ سے ثابت ہو جائے خواہ حدیث میں ایسا کر جانا ساری عمر میں ایک بار کا ہی ثابت ہو جائے تو یہ حدیث موضوع کہلائے گی اور ہرگز کبھی بلکہ بعد توبہ بھی اس کی کوئی روایت قبول نہ ہو گی۔ نہ اس پر عمل جائز نہ بغیر موضوع کہے اس کو نقل کرنا جائز محدثین کرام نے ایسی ایسی حدیثوں کو الگ کر کے موضوعات کے نام سے کتابیں جمع کر رکھی ہیں اب بعض بے دین لوگوں کا یہ کہنا کہ حدیثیں موضوع بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے سب ناقابل اعتبار ہیں۔ ایسا دھوکہ ہے جیسے کوئی کہہ دے آدمی خنثٰی بھی ہوتے ہیں۔ لہذا سب خنثٰی اور ناقابل ہیں اور اگر حدیث میں اس کا کذب ثابت نہیں مگر دوسری بات میں ہے یا اس کی یہ حدیث اسلام کے اصول کے خلاف واقع ہوتی ہے تو یہ متروک ہے جو توبہ و صلاحیت کے بعد قبول ہو سکتی ہے اس کے قبل نہیں۔

حدیث صحیح احکام کے ثابت کرنے میں با اجماع امت سب کے نزدیک بالکل حجت ہے۔ کیونکہ دو معتبر گواہوں سے ہر قانون میں ہر دعوی ثابت ہو جاتا ہے اور صرف ایک بھی کہیں راوی رہ گیا ہو مگر معتبر ہو تو وہ بھی تسلیم ہوتا ہے۔ حق تعالٰے فرماتے ہیں۔ اِذَا جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا۔ (جب کوئی فاسق (کبیرہ کا مرتکب) کوئی خبر تم کو پہنچائے تو تم تحقیقات کیا کرو) آیت اشارہ کر رہی کہ صرف فاسق کی روایت تحقیق طلب ہے اور معتبر و عادل کی روایت تحقیق طلب نہیں قابل قبول ہے اور حسن لذاتہ بھی عام علمائے حدیث کے نزدیک حدیث صحیح کے حکم میں ہے ایسے ہی حسن لغیرہ بھی اور ضعیف روایت سے اسی وقت تک احکام ثابت نہ ہوں گے جب تک وہ منفرد ہو اس وقت صرف فضائل ہی میں معتبر ہوگی مگر دوسری روایتوں سے مل کر جب حسن لغیرہ بن گئی تو وہ احکام کی دلیل بن گئی۔ یہ دونوں حکم آیت میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں کیونکہ تحقیق کا حکم تھا بالکل رد کرنے کا نہ تھا اگر تحقیق سے اس کی تائید ملے گی تو معتبر ورنہ اس سے سکوت ہو گا رد نہ ہو گی اور فرض واجب سنت کے علاوہ نہیں مانی جا سکے گی۔

حدیث کے راویوں کے مجموعہ کو سند یا اسناد کہتے ہیں اور اس کے بعد اصل مضمون کو متن۔ اگر وہ حدیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یا فعل یا تقریر ہے تو مرفوع اور صرف کسی صحابی کا ہو تو موقوف اور اگر کسی تابعی کا ہو تو مقطوع کہلاتی ہے تینوں حسب نمبر معتبر ہوتی ہیں۔

صحیح حدیث کے لئے سند کا متصل یعنی مسلسل ہونا بھی ضروری ہے اب اس کے خلل کی کتنی صورتیں ہیں خود متصل تو یہ ہے کہ مصنف سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی راوی رہ نہ گیا اور خلل کی صورت یہ ہے کہ سند کے شروع میں سے سب راویوں کو چھوڑ دیا گیا ہو تو اس کو معلق یا تعلیق کہتے ہیں۔ بخاری میں ترجمۃ الباب میں ایسی روایتیں بہت ہیں مگر ایسے مصنف کے یہاں جس نے صحیح کا التزام کر رکھا ہو وہ بالکل متصل کے حکم میں اور بالکل معتبر ہوتی ہیں۔ اور اگر آخر میں سے تابعی کے بعد صرف صحابی کا نام حذف کر دیا گیا ہو مگر روایت حضور سے ہو تو وہ مرسل کہلاتی ہے حنفیہ و مالکیہ اس کو حجت قرار دیتے ہیں کہ وہ انتہائی بھروسہ پر ترک کیا گیا ہے کیونکہ پہلا راوی ثقہ ہے لہذا اس پر بھروسہ کیا ہے مگر دوسرے حضرات کے نزدیک تائیدی روایات مل جائیں تو معتبر ہوگی ورنہ نہ ہوگی اور اگر سند کے درمیان سے مسلسل دو راوی رہ گئے ہوں یا ایک یا کئی مختلف مقامات سے ترک ہوں تو وہ منقطع ہے اور اسی کی قسم مدلس ہے کہ جہاں کوئی راوی اپنے استاد کا نام چھوڑ دے ان کی تائیدات دوسری متصل حدیثوں سے مل جائیں تو یہ معتبر ہیں۔ ہاں اگر کسی راوی سے یہ ثابت ہو کہ معتبر مانی جاتی ہے اور اگر اسناد میں یا متن حدیث میں سے مختلف روایتوں میں جو ایک ہی صحابی کی ہوں تقدیم تاخیر کی زیادتی یا ایک راوی کی جگہ دوسرا یا ایک جملہ کی جگہ دوسرا جملہ یا سند میں راویوں کے

ناموں میں ردوبدل یا متن میں کہیں کم کہیں کچھ زیادہ ہو تو یہ مضطرب ہے اگر ان سب روایتوں کے جمع کرنے کی کوئی صورت بن آتی ہو تو اس پر عمل ہو سکے گا۔ ورنہ اس سے سکوت اختیار کیا جاتے گا۔ اور اگر کوئی راوی اپنا کلام درمیان میں داخل کردے کسی لفظ کے معنی یا مطلب یا تفسیر کر دے یا قید لگا دے تو وہ مُدرَج کہلاتے گی ان لفظوں کے علاوہ معتبر ہے اور ان کو ان کا قول قرار دیا جاتے گا۔ کبھی عن عن سے ہی ساری سند آتی ہے اس کو معنعن کہتے ہیں اس میں یہ صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ بلا واسطہ سنائی ہے یا کسی واسطہ سے روایت ہو کر آئی ہے اس لئے اس کے معتبر ہونے کے لئے امام مسلم کے نزدیک تو ہمعصر ہونا ہی کافی ہے مگر امام بخاری کے نزدیک دونوں کی ملاقات ثابت ہو گی تو معتبر ہو گی ویسے نہ ہو گی۔ ان دونوں نے اپنی اپنی شرط کے موافق یہ حدیثیں لی ہیں۔

## حدیث کی کتابیں

چونکہ صحیح حدیث کے درجات بھی ہوتے ہیں امام بخاری نے ان کی اعلیٰ درجہ کی احادیث اور کڑی شرطوں کو لیا ہے اس لئے اکثر علمائے امت نے سب سے افضل بخاری شریف کو قرار دیا ہے اور یہ کہہ دیا ہے کہ اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری ہے۔ اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ صَحِیْحُ الْبُخَارِیِّ۔ اور اس کے بعد مسلم اور جو حدیث ایک ہی صحابی سے دونوں روایت کریں گے اس کو مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ کہتے ہیں۔ لہٰذا سب سے اول درجہ کی حدیث یہی ہو گی۔ اس کے بعد وہ جس کو صرف بخاری روایت کریں اور اس کے بعد وہ جس کو صرف مسلم روایت کریں۔ پھر وہ جو اور کتابوں میں ہیں مگر ان دونوں کی شرطوں کے موافق صحیح ہیں پھر وہ جو صرف بخاری کی شرط پر پھر وہ جو صرف مسلم کی شرط پر اور ان کے بعد دوسری کتابوں کی صحیح حدیثوں کا درجہ ہے جو ان کی کسی شرط کے موافق نہ ہوں۔ مگر صحیح ہوں کیونکہ یہ غلط ہے کہ صحیح وہی ہے جو صرف بخاری مسلم میں ہو اور کوئی حدیث صحیح نہیں ہے خود ان حضرات کا بیان ہے کہ ہم نے صحیح حدیثوں میں سے ان کا انتخاب کیا ہے اور باقی کو چھوڑ دیا ہے کتاب المستدرک میں وہی حدیثیں لی ہیں جو صحیح اور خود ان کی شرطوں پر ہیں مگر انہوں نے نہیں لی ہیں صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان۔ صحیح منتقی۔ صحیح ابن عوانہ۔ صحیح ابن السکن میں بھی صحیح احادیث ہیں۔

صحاح ستہ یہ چھ کتابیں معروف ہیں ۱۔ صحیح بخاری۔ صحیح۲ مسلم جامع۳ ترمذی۔ سنن ابوداؤد۴۔ سنن۵ نسائی۔ سنن۶ ابن ماجہ اور بعض نے بجاتے ابن ماجہ کے موطا امام مالک قرار دیا ہے۔

سنن اربعہ۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی ابن ماجہ ہیں ان میں صحیح وحسن اور بعض ضعیف بھی ہیں مگر اکثر کے اعتبار سے سب صحیح کہلاتی ہیں یہ کتابیں تو مشہور ہیں ورنہ تقریباً پچاس کتابیں ہیں جو احادیث صحاح وحسن پر مشتمل ہیں۔ سب حضرات ان سے حدیثیں لیتے ہیں اور فن کے نقاد حضرات نے ہر ایک کا درجہ بتا دیا ہے کہ وہ صحیح ہے یا حسن ہے یا ضعیف ہے۔ اس کتاب میں بھی ہر حدیث کے ساتھ اس کا درجہ بتایا گیا ہے (واللہ اعلم)

### بقیہ: عمر گھٹ رہی ہے۔

ہندوؤں کے سکھوں کا ذکر کرکے اور جو انہوں نے ان کے ساتھ سلوک کیا اسے یاد دلاکے اور مسلمانوں نے جو فراخ حوصلگی کے ساتھ پیش کیا تھا انہیں قائداعظم نے کہ تقسیم ملک کے اندر تم پنجاب کو تقسیم نہ کراؤ اور پھر یہ ہے کہ اس ملک کے اندر تمہارے حقوق کی ہم گارنٹی دیتے ہیں اس وقت انہوں نے سنی نہ اور اب کہتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے بہتر تھا مگر بعد از وقت سوچنے والی قوموں کا یہ حشر ہونا چاہیئے۔

(باقی آئندہ)

### بقیہ - ذکر اللہ

ہوتے ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ سورہ انفال پہلا رکوع آیت ۲۔

مزید سورۃ دھر میں فرمایا۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ۝ اور اپنے پروردگار کا نام صبح و شام لیا کرو۔ سورۃ حجر پارہ ۱۴ آخری آیت میں فرمایا کہ اپنے رب کی تسبیح بیان کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا یعنی مرتے تک تسبیح کرتا رہ۔ پارہ ۲۸ سورۃ منافقون میں فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ کی یاد سے تمہاری اولاد تمہارا مال تم کو غافل نہ کر دیں۔ اگر تم غافل ہو گئے تو نقصان میں رہو گے۔ دوسری جگہ پر۔ خدا کی یاد سے غافل کو "حزب الشیطن" فرمایا۔ ورنہ خدا کی نعمتوں کا تصور آ جاتے تو بے ساختہ ذکر و شکر زبان پر آ جانا چاہیئے فرمایا۔ کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی یاد میں لگ جائیں ہم ہیں کہ اتنے انعام و اکرام پر شکر نہیں کرتے۔ شکر تو ایک سانس کا بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ فرمایا اگر تم میری نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ہرگز نہ کر سکو گے۔ سورہ ابراہیم پارہ ۱۳۔

ایک جگہ ذکر کو نماز سے بھی تعبیر فرمایا۔ شروع پارہ ۲۱ سورہ عنکبوت "اے میرے محبوب! جو کچھ آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اسے پڑھیں قرآن شریف کی تلاوت کریں اور نماز باقاعدگی سے ادا کرتے رہیں۔ بے شک نماز بے حیائی کے کاموں اور بُری باتوں سے روکتی ہے یعنی نیکی کی ترغیب دیتی ہے اور گناہ سے نفرت دلاتی ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ یعنی قرآن اور نماز اللہ کا افضل ترین ذکر ہے۔ آیت ۹ پارہ ۱۴ سورہ حجر میں قرآن کو ذکر فرمایا ہے۔ گویا قرآن پڑھنا ہی ذکر ہے۔ اسی طرح پارہ ۱۷ اور ۱۶ میں دو جگہ پر قرآن کو ذکر کے نام سے تعبیر کیا ہے

تجارت یا روزی کمانے میں بھی اپنی یاد سے غافل ہونے کو منع فرمایا۔ پارہ ۲۸ سورۃ جمعہ۔ ع ۲۔ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو تو زمین پر پھیل جاؤ۔ یعنی اپنے اپنے کام پر چلے جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ یعنی روزی حلال کماؤ۔ اور اللہ کو خوب یاد رکھو تاکہ تم کامیاب رہو۔

آج اس ذہنی کشمکش کے دور میں جملہ امراض کا علاج اور دکھوں کا مداوا اطمینانِ قلب ہے، سکونِ دل ہے۔ اور خود خالق نے اس مرض کا نسخہ بھی تجویز فرما دیا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ پارہ ۱۳ سورہ رعد آیت ۲۸ (ترجمہ) جو لوگ خدا کی طرف متوجہ ہوئے ان کے دل اللہ کی یاد سے آرام پاتے ہیں۔ ہاں، ہاں، اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان اور ذہن کو سکون ملتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

# اطلاعات واعلانات

## افتتاحِ درسِ حدیث

جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ جامع مسجد پٹولیاں والی میں مورخہ ۱۳ر اگست بروز جمعہ بعد از نمازِ عشاء درسِ حدیث کا افتتاح کریں گے اس کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب خطیب جامع مسجد پٹولیاں والی لوہاری منڈی ہر روز بعد از نمازِ عشاء درسِ حدیث دیا کریں گے۔ (حاجی) بشیر احمد



## جامع حمیدیہ سرائے مغل ضلع لاہور

### میں

مندرجہ ذیل آسامیوں کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں درخواست دہندہ بالمشافہ بھی مل سکتے ہیں:-

● اساتذہ: جے وی یا ایس وی تین

● حافظ/قاری ایک ● نرسنگ آرڈرلی ایک

ناظم جامعہ حمیدیہ معرفت سلطان فونڈری، داتا باغ لاہور



## بقیہ: بچوں کا صفحہ

اہلیہ ایک مرتبہ اُن کے کمرے میں آئیں، تو دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں پر سر رکھے زار و قطار رو رہے ہیں۔ بیوی نے رونے کا سبب پوچھا تو جواب دیا "مجھے امّت کا والی بنا دیا گیا ہے۔ میرے اوپر محتاجوں بیماروں، یتیموں، بیواؤں، زیادہ عیال والوں کم آمدنی والوں اور مسافروں کی ذمّہ داری ڈال دی گئی ہے۔ میرا خدا قیامت کے دن ان کے بارے میں مجھ سے پوچھے گا۔"

بچوں کا صفحہ

# حق کی روایات

عبدالہادی، قلعہ گوجر سنگھ

## ایفائے عہد

سنہ ۶ھ میں مسلمانوں اور کفّار کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر ایک معاہدہ ہؤا۔ اس معاہدے کی ایک شرط یہ تھی کہ اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی مدینہ منورہ سے مکّہ معظّمہ چلا آئے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا لیکن اگر مکّہ سے مدینہ کفار کی اجازت کے بغیر چلا آئے تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔ جب یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا تو مسلمانوں کو ایک کڑی آزمائش سے گذرنا پڑا۔ سفیرِ قریش سہیل بن عمر کے بیٹے ابوجندلؓ دولتِ ایمان سے مالامال ہو چکے تھے۔ مگر قریش کے ظلم وستم سے تنگ آکر وہاں سے بھاگ آئے اور مسلمانوں کو اپنا زخمی جسم دکھا کر پناہ کی درخواست کی۔ سہیل بن عمر نے کہا کہ معاہدے کی شرط کے مطابق ابوجندلؓ کو واپس کفار کے حوالے کیا جائے۔

حضرت عمر فاروقؓ سخت طبیعت کے مالک تھے۔ بے کس مسلمان کی آہ و فغاں کی تاب نہ لا سکے۔ شدّتِ غم سے فوراً پکار اُٹھے "یا رسول اللہ! ہم حق پر ہیں تو یہ ذلّت کیوں گوارا کریں اور ایک مظلوم مسلمان کو پھر ظالموں کے دستِ قدرت میں دے دیں۔"

آپؐ نے فرمایا۔ "ہم زبان دے چکے ہیں۔ اب وعدہ خلافی نہیں کر سکتے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ایک مسلمان کی خاطر دینِ اسلام پر زَد آئے۔" چنانچہ عہد کی پابندی میں ابوجندلؓ کو کفّار کے پاس لوٹنا پڑا۔

## احساسِ ذمہ داری

خاندان بنی امیّہ میں حضرت عمُر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی طرزِ حکمرانی سے خلفائے راشدین کی یاد تازہ کر دی تھی۔ جب آپ نے حکومت کی باگ سنبھالی ہر طرف بدامنی کا دَور دَورہ تھا۔ سلطنت کا خزانہ حکمران کی ذاتی ملکیت بن چکا تھا۔ آپؒ نے نئے سِرے سے اسلامی آئین سے بیت المال کی تنظیم کی۔ ظلم سے چھنی ہوئی جائدادیں واپس کیں۔ غلط بخششوں کا سدِّباب کیا۔ قصرِ خلافت کا تمام ساز و سامان بھی بیت المال میں داخل کرا دیا۔

ایک مرتبہ رات کے وقت آپؒ سرکاری کام میں مشغول تھے کہ ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا کہ "مجھے آپؒ سے ایک ضروری کام ہے۔" آپؒ نے پوچھا۔ "ذاتی کام ہے یا سرکاری؟" اُس نے جواب دیا کہ ذاتی کام ہے۔ یہ سن کر آپؒ نے چراغ گُل کر دیا اور اندھیرے میں اس سے باتیں کرتے رہے۔ جب بات ختم ہو گئی۔ اور وہ شخص جانے لگا۔ تو آپؒ نے چراغ پھر روشن کر دیا۔ اُس نے حیران ہو کر اس کا سبب دریافت کیا۔

آپؒ نے فرمایا۔ "اس چراغ میں بیت المال کا تیل جل رہا تھا۔ جو صرف سرکاری کاموں کے لئے ہے۔ عمُرؒ اسے اپنے صرف میں لا کر اپنے آپ کو عذاب الہٰی کا مستحق بنانا نہیں چاہتا۔"

## دیانتداری

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نے ایک مرتبہ اپنے غلام کو بہت سا کپڑا دے کر فروخت کے لئے بھیجا۔ ساتھ ہی اُسے ہدایت کر دی کہ فلاں کپڑے کے تھان میں فلاں فلاں عیب ہے۔ جب کپڑے کا سودا کرو تو خریدار کو کپڑے کے نقص سے آگاہ کر دینا۔ لیکن جب غلام نے کپڑا فروخت کیا۔ تو اُسے عیب کی نشاندہی کرنا اور تاجر کو نقص سے مطلع کرنا یاد نہ رہا۔ غلام کپڑے کی قیمت جو دس ہزار درہم تھی لے کر امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ امام صاحبؒ نے رقم ہاتھ میں لیتے ہی اُس سے سوال کیا۔ "کیا تم نے کپڑے کا عیب خریدار سے بیان کر دیا تھا؟" غلام نے بھول جانے کا عذر کیا۔ اور معافی چاہی۔ امام صاحبؒ نے یہ تمام رقم اُسی وقت غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دی۔ اور فرمایا۔ "یہ تمام مال مشکوک ہو گیا ہے اور ابو حنیفہؒ مشکوک مال پاس رکھ کر اپنی عاقبت خراب کرنا نہیں چاہتا۔"

## فیصلے کا احترام

ایک یہودی اور مسلمان کسی معاملے میں فیصلے کی غرض سے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں آئے۔ مسلمان مطمئن تھا۔ کہ آپؓ یہودی کے مقابلے میں مسلمان کی حمایت کریں گے۔ یہودی نے تمام قصّہ آپؓ سے بیان کیا اور ساتھ یہ اطلاع بھی دی، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدّمے کا فیصلہ میرے حق میں کر دیا تھا لیکن اس مسلمان کی ضد کی بناء پر یہ دوبارہ آپؓ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا "جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قبول نہیں۔ عمرؓ کی تلوار اُس کا فیصلہ کرے گی۔" یہ کہہ کر آپؓ نے مسلمان کا سر تن سے جدا کر دیا۔

## خوفِ خدا

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زندگی میں پاکیزگی اور اعتدال اس لئے پیدا ہؤا تھا کہ خدا کا خوف اُن کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکا تھا۔ ایک دفعہ وہ کسی لمبے سفر پہ جا رہے تھے کہ ایک ہندو گارڈ جو اُن کا معتقد تھا۔ اُن سے ملنے آیا۔ اتنے میں ایک غریب آدمی آگے بڑھا اور گنّوں کا تحفہ مولاناؒ کو پیش کیا۔ مولاناؒ نے قبول کر لیا۔ اور اپنے کسی ساتھی سے کہا۔ کہ ان گنّوں کا وزن کروا کر ٹِکٹ کرا دو۔ اُس ہندو گارڈ نے کہا۔ "انہیں ٹکٹ کروانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اعظم گڑھ تک کے تمام گارڈوں سے کہہ دوں گا کہ وہ گنّوں کا خیال رکھیں۔"

مولانا صاحبؒ نے فرمایا۔ "مجھے تو اس سے بھی آگے جانا ہے۔" وہ ہندو گارڈ حیرت سے پوچھنے لگا۔ "آپ کہاں تک جائیں گے؟ آپ نے ابھی تو فرمایا تھا کہ آپ اعظم گڑھ جا رہے ہیں۔" مولانا صاحبؒ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ کہنے لگے۔ "مجھے خدا کے پاس جانا ہے وہاں کون سا گارڈ میرے ساتھ جائے گا۔"

## فکرِ آخرت

اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی

(باقی [illegible])

رجسٹرڈ ایل نمبر
نمبر ۶۰۴۷

Weekly "KHUDDAMMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T. B. C ۲۷۳۰، ۴۸۱، ۲۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبر ۳۹/۹/۲۰۷۶ - D D A مورخہ ۲۴/۸/۶۳

کتاب و سنت کی روشنی میں روحانی بیماریوں کا مکمل علاج

## مجالس ذکر

حضرت شیخ التفسیر مجلس ذکر کے بعد جو ارشادات فرماتے رہتے تھے، وہ تمام آپ کے محبوب ترجمان خدام الدین میں علی الترتیب چھپتے رہے ہیں، اب ان کو کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے، کتاب کے ۹ حصے ہیں۔ ہر ایک حصہ کی قیمت ایک روپیہ مکمل سیٹ کی قیمت نو روپے، محصولڈاک ایک روپیہ ۵۰ پیسے بذمہ خریدار، وی پی ہرگز نہ ہوگا۔

مسلمان قوم کو غیرت، حمیت اور اسلام کی دعوت

## خطبات جمعہ

از حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جمعہ کے دن جو خطبہ شیخ التفسیر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ وہ پہلے خدام الدین میں چھپتے رہتے تھے، اب ان کو کتابی شکل دے کر علیحدہ شائع کر دیا گیا ہے، اس وقت تک خطبات کی آٹھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ قیمت حصہ اول ۱/۵۰، حصہ دوم چہارم تا ہشتم ۱/۲۵ فی حصہ، حصہ سوم ۱/۰۰ روپیہ محصولڈاک ۱/۵۰ بذمہ خریدار، وی پی ہرگز نہ ہوگا۔

المعلن: ناظم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

ٹیلیفون نمبر ۶۹۰۶

PERFECT
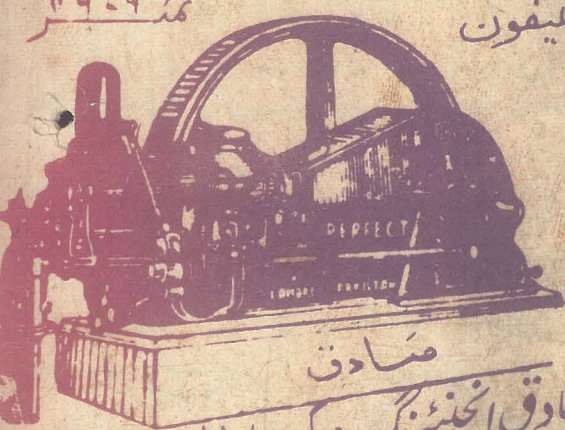
صادق
صادق انجینئرنگ ورکس لمیٹڈ
بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

انجمن خدام الدین لاہور کی طرف سے شائع شدہ

# قرآن عزیز

تجلیۂ جدیدہ

رنگین — دیدہ زیب

## عکسی طباعت سے مزین

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنت شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

## ہدیہ

| مجلد قسم اول | مجلد قسم دوم | مجلد قسم سوم |
|---|---|---|
| آفسٹ پیپر | کریم فلی سفید کاغذ | مکینیکل گلیز کاغذ |
| | ۱۲/- روپے | ۸/- روپے |

محصولڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہوگا۔

فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔

وی۔پی نہ بھیجا جائے گا۔

تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

المعلن: ناظم شعبۂ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

## ملفوظات طیبات

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

نیا ایڈیشن چھپ کر آگیا ہے۔
ہدیہ رعائتی - ۲/ روپے۔ محصولڈاک ایک روپیہ۔ کل تین روپے
بذریعہ منی آرڈر پیشگی آنے پر ارسال خدمت ہوگی۔

ملنے کا پتہ: دفتر انجمن خدام الدین لاہور

مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا